امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد 5 ربیع الثانی 1438ھ بمطابق فروری 2017ء شمارہ 12

ماہنامہ شریعت! صحافتی سفر کا پانچواں سال

امارت کے مختلف ممالک سے تعلقات

امارت کی سرگرمیوں پر کابل پریشان

امارت اسلامیہ: تہذیبِ اسلام کی محافظ

امارت: 2016 چیلنجز اور فتوحات

فرمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم تَجِدُوْنَ شَرَّا النَّاسِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ذَا الْوَجْهَیْنِ الَّذِیْ یَاْتِیْ هٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ وَّهٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ (بخاری، مسلم، مشکوۃ)

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "قیامت کے روز تم دو چہروں والے (دوغلے) انسان کو سب سے بدتر پاؤگے جو کچھ لوگوں کے پاس ایک چہرہ لے کر آتا ہے اور کچھ لوگوں کے پاس دوسرا چہرا لے کر آتا ہے۔"

تشریح: دورخا پن بدترین اخلاقی عیب ہے۔ دو افراد کے درمیان جب تعلقات کشیدہ ہوتے ہیں تو سماج میں ایسے رذیل لوگ بھی ہوتے ہیں جو ایک فریق کے پاس جاکر اس کی حمایت میں چرب زبانی کے جوہر دکھاتے ہیں اور دوسرے کے پاس جاتے ہیں تو اس کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں، سامنے ہوتے ہیں تو تعریفیں کرتے ہیں، قصیدے تصنیف کرتے ہیں اور جب پیچھے ہوتے ہیں تو عیوب بیانی کرتے نہیں تھکتے۔ یہ دورخا پن سخت ترین اخلاقی عیب ہے۔ قیامت کے روز ایسا بد اخلاق، دوغلا آدمی تمام انسانوں میں سے بدتر حالت اور بدترین مقام پر ہوگا۔

فرمان امیر المومنین شیخ الحدیث هبة الله اخندزاده حفظه الله

غاصبوں کے حامیوں کو ہمارا پیغام یہ ہے کہ گذشتہ 15 برس کے دوران تمہیں معلوم ہوا ہے کہ تم امریکی مقاصد کے حصول کی راہ میں استعمال ہو رہے ہو۔ استعمار سے تمہارا تعاون اور حمایت اُن بدنام چہروں کا کام ہے، جنہوں نے ہماری گذشتہ تاریخ میں انگریز اور روس کا ساتھ دیا تھا۔ مستقبل اور آئندہ نسل تمہارے متعلق یہی فیصلہ کریگا، تو اپنے ملک کی آزادی کے مقابلے میں استعمار کے حمایت سے دستبردار ہو جاؤ۔ تمہارے لیے ہمارے معافی اور تحمل کے دروازے کھلے ہیں۔ امریکی فالتو امیدوں سے دھوکہ میں نہ پڑیں، ملت تمہارے خلاف کمربستہ ہے۔ یہ کہ تم بیرونی فضائی اور زمینی حمایت کے باوجود پرسکون زندگی نہیں کرسکتے ہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تم نے عوامی مطالبات اور امیدوں کے برعکس موقف کو اپنا رکھا ہے۔ بیرونی قوتوں کے بنائے ہوئے نظام کو افغان عوام کسی صورت میں نہیں مانتا۔

امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد۵/ ربیع الثانی ۱۴۳۸ جنوری 2017/ شمارہ 12

مدیر اعلیٰ: ولید افغان

نائب مدیر: شمس ابدالی

مجلس مشاورت

ملا اسد افغان | ہارون بلخی

اکرم تاشفین | محمد فرہاد جانباز

سیف العادل احرار

ڈیزائننگ: مولوی محمد فاروق

قیمت فی شمارہ 30 روپے

سالانہ 350 روپے

سالانہ زرتعاون

امریکہ، آسٹریلیا، افریقہ، اور یورپی ممالک: 40ڈالر

سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات: 30ڈالر

بنگلہ دیش: 28ڈالر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ شریعت امارت اسلامیہ افغانستان کا اردو زبان میں واحد اور باضابطہ دینی، ثقافتی اور سیاسی مجلّہ ہے، جو امارت اسلامیہ کے میڈیا ونگ اور ثقافتی کمیشن کی زیرنگرانی شائع ہوتا ہے، ماہنامہ شریعت افغانستان میں جاری کشمکش، حالات و واقعات اور مظلوم مسلمانوں پر روا رکھے جانے والے بھیانک مظالم کا سچا اور چشم دید عکاس ہے۔

عکس دروں

ماہنامہ شریعت! صحافتی سفر کا پانچواں سال	2
مولوی سنگین فاتح شہید زندگی و کارنامے	3
جنوبی صوبوں کے ذمہ دار مولوی رحیم اللہ سے انٹرویو	5
امارت کی سرگرمیوں پر کابل پریشان	9
امارت 2016 چیلنجز اور فتوحات	10
دشمن کی نظریاتی جنگ بھی ناکام ہے	13
امریکی غلاموں کی عبرت انگیز اوقات	14
برطانوی وزیر اعظم کا اعترافِ شکست	14
آزادی اور بی بی سی ریڈیو جھوٹے ہیں!	15
ڈونلڈ ٹرمپ کی ممکنہ پالیسی اور اثرات؟	18
امریکا یہ جنگ نہیں جیت سکا	20
امارت اسلامیہ؛ تہذیبِ اسلام کی محافظ	21
عالم اسلام کے نازک حالات	23
زندوں کا قبرستان	24
عدالتی نظام سے متعلق نبوی ہدایات	26
امریکا دوغلی پالیسی کا ماہر	28
روس، امارت تعلقات؛ امریکا پریشان!	29
کابل انتظامیہ اور سیگار کی رپورٹ	31
کابل انتظامیہ کے ایک ہزار جنرلز	32
مجاہد بااخلاق ہوتا ہے!	33
موسم سرما کی جہادی کارروائیاں!	34
فتنوں سے بچیے!	35
امارت کے مختلف ممالک سے تعلقات	36
سرگزشت ایک قیدی کی	38
مغرب کی اجرتی فوج کا کردار	39
افغانستان نومبر 2016 میں	40
جنگی جرائم دسمبر 2016	43

Twitter: www.twitter.com/shariatmagazine
Facebook: www.facebook.com/shariatmagazine
Web: www.shahamat-urdu-com
E-mail: shariatmagazine@yahoo.com

ماہنامہ شریعت ! صحافتی سفر کا پانچواں سال

وقت پوری تیزی کے ساتھ اپنی رفتار جاری رکھے ہوئے ہے اور دھول اڑاتے ہوئے آگے بڑھ رہا ہے ، پانچ برس قبل جب ہم نے ماہنامہ شریعت کا اجراء کیا تو یہ ایک دشوار مرحلہ تھا، اس کو جاری رکھنا اور ہر ماہ باقاعدگی کے ساتھ نکالنا اپنی تہی دامنی و تہی دستی کے باعث مشکل لگ رہا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور قارئین کی دعاوں اور تعاون سے ماہنامہ شریعت یوم آغاز سے آج تک بلاناغہ قارئین تک پہنچ رہا ہے اور ان شاء اللہ آئندہ بھی اسی طرح پہنچتا ہی رہے گا۔

قارئین کو یہ جان کر خوشی ہوگی کہ اس شمارے کے ساتھ ماہنامہ شریعت کے 60 شمارے پورے ہوجائیں گے یعنی ماہنامہ شریعت کی عمر پانچ سال ہوجائے گی ۔یقینا یہ آپ اور ہمارے لیے خوشی ، مسرت اور شکر کا مقام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اتنے نامساعد حالات میں بھی محض اپنے فضل و کرم سے مجلّہ کو جاری اور ہمیں اپنے قارئین سے جوڑے رکھا۔ والحمدللہ علیٰ ذلک۔

ماہنامہ شریعت سے قبل اگرچہ امارت اسلامیہ کی طرف سے پشتو، فارسی اور عربی میں پرنٹ والیکٹرانک میڈیا نشریات جاری تھیں " الصمود[عربی] سرک ،شہامت اور مورچل[پشتو]اور حقیقت[فارسی] میں شائع ہو رہے ہیں۔ جبکہ الیکٹرانک میڈیا پر پشتو، فارسی ، اردو، عربی اور انگلش میں ویب سائٹس بھی موجود ہیں۔ لیکن ضرورت محسوس ہو رہی تھی کہ اردو بولنے اور سمجھنے والوں کے لیے بھی باقاعدہ طور پر ایک ماہنامہ میگزین کا اجراء ہو، جس سے دنیا بھر میں موجود اردو خواں طبقہ کو امارات اسلامیہ کے موقف اور اہدف و عزائم سے آگاہی ملے اور ساتھ ساتھ ایک تاریخی دستاویز بھی مرتب ہو۔ الحمدللہ جس غرض سے میگزین کا اجراء ہوا تھا وہ کافی حد تک پورا ہو رہا ہے اور دنیا بھر میں لوگ حقیقت سے روشناس ہو رہے ہیں۔ پہلے شمارے سے لے کر اب تک مجلّہ کی اشاعت میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے جو مجلّہ کی مقبولیت اور قارئین کے ذوق و شوق کی دلیل ہے۔

بلاشبہ ماہنامہ شریعت وقت حاضر کی ایک اہم ضرورت اور پکار ہے۔ اس لئے کہ آج کل مغربی میڈیا سادہ لوح لوگوں کی ذہنیت خراب کرنے اور انہیں اسلام سے بدظن کرنے کے لئے اسلام اور مسلمانوں خاص کر مجاہدین کی تصویر نہایت بھیانک اور خوفناک شکل میں پیش کرتا ہے ، اپنے مفاد کے لئے مسلط کردہ جنگ کو مقدس جنگ جبکہ مقابل میں اپنی جان، عزت، دین اور وطن کی دفاع کی خاطر انتہائی کمزور وسائل کی مدد سے لڑی جانے والی جنگ کو ''دہشت گردی" کا مکروہ نام دیتا ہے۔

سب جانتے ہیں کہ خطے کے بارے میں غاصب قوتوں کے عزائم انتہائی حد تک خطرناک اور ناپاک ہیں اور غاصبین کے خلاف اپنی دفاع کی جو لڑائی مجاہدین لڑ رہے ہیں اس کی وجہ سے خطے کے دیگر ممالک بھی غاصبوں کے شر سے محفوظ و مامون ہو رہے ہیں جبکہ عالمی میڈیا اس کے برعکس امارت اسلامیہ کو خطے کے لئے خطرہ اور مغربی طاقتوں کو اس خطرہ سے نجات دہندہ کے طور پر پیش کرتا ہے۔

گزشتہ 15 برس میں امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے دسیوں ہزاروں کامیاب کارروائیوں میں دشمن کو بڑے بڑے جانی اور مالی نقصانات سے دوچار کیا ہے لیکن عالمی میڈیا نے ان کو بڑے دبیز پردوں میں لپیٹ رکھا ہے اور آج جب غاصب قوتیں افغانستان میں شرمناک شکست سے دوچار ہوگئیں ہیں اور یکے بعد دیگرے یہاں سے فرار ہو رہے ہیں تو عالمی میڈیا نے نہ صرف یہ کہ شکست کی اصل تصویر دنیا کو نہیں دکھائی بلکہ بڑی مکاری اور چالاکی سے یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ گویا امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے افغانستان میں اپنے اہداف حاصل کرکے کامیابی پالی ہے اس لئے اب افغانستان چھوڑ کر جا رہے ہیں۔

قارئین کرام! جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے کہ ماہنامہ شریعت کی اجراء کا مقصد صرف اپنے قارئین کو امارت اسلامیہ کے موقف اور اہداف و عزائم سے باخبر رکھنا ہے، انہیں دشمن کی چالبازیوں اور سازشوں سے واقفیت دلانا، مجاہدین کے بارے میں ذہنوں میں موجود شکوک و شبہات کو دور کرنا اور اصل حقائق سے اپنے مسلمان بھائیوں کو آگاہ کرنا ہے اور ہماری ساری توجہ اور تگ و دو اسی پر مرکوز ہے، امید ہے کہ ہم اپنے اس مقصد میں کامیاب ہیں، مزید کامیابی کے لئے آپ ہمیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کا، ہمارا اور تمام مسلمانوں کا حامی و ناصر ہو۔

والسلام

مولوی سنگین فاتح شہید زندگی و کارنامے

نصیب زدران

تعارف:

'مولوی سنگین فاتح شہید' حاجی مرسلین کے بیٹے تھے۔ اُن کا زدران قبیلے سے تعلق تھا۔ وہ صوبہ پکتیکا کے ضلع زیڑوک کے گاؤں 'تنگی' کے باشندے تھے۔ مولوی صاحب سن 1974 میں جلاوطنی کے وقت شمالی وزیرستان کے علاقے دتہ خیل میں پیدا ہوئے۔ وہ پانچ بھائیوں میں سب سے بڑے تھے۔

ابتدائی زندگی و تعلیم:

ملا سنگین نے ابتدائی تعلیم شمالی وزیرستان کے علاقے 'ہمزونی' میں مولوی حبیب الرحمن صاحب سے حاصل کی۔ بعد ازاں مزید علم کے حصول کی خاطر عظیم مجاہد مولوی جلال الدین حقانی کے مدرسہ منبع العلوم میں داخلہ لے لیا۔ اس وقت وہ جوان ہو چکے تھے۔ انہیں جہاد اور اپنے وطن سے بے پناہ محبت تھی۔ امارت اسلامیہ کے دور حکومت میں مدرسے میں سالانہ چھٹیوں کا فائدہ اٹھاتے ہوئے افغانستان میں شر و فساد کے خلاف جہاد میں حصہ لیتے تھے۔ مولوی صاحب نے درسِ نظامی کے آخری دو سال موقوف علیہ اور دورہ حدیث مدرسہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ زرگری میں شیخ الحدیث مولوی عبدالستار جان رحمہ اللہ اور شیخ الحدیث مولوی سیف اللہ صاحب سے مکمل کر کے 2005 میں سندِ فراغت حاصل کی۔

اہلِ صلیب کے خلاف جہاد:

جب صلیبی استعمار نے افغانستان پر یلغار کی تو عوام اس کی ٹیکنالوجی، طاقت اور پکڑ دھکڑ سے مرعوب ہو گئے تھے۔ اس وقت امارت اسلامیہ نے مولوی سنگین فاتح کو صوبہ پکتیکا میں مولوی جلال الدین حقانی صاحب کے زیر انتظام جہادی محاذ کے ایک عسکری یونٹ کا سربراہ بنایا تھا۔ مولوی صاحب ان ابتدائی مجاہدین میں سے تھے، جنہوں نے محدود وسائل کے ساتھ سب سے پہلے خوست اور پکتیکا میں غیر ملکی حملہ آوروں کی سپلائی لائن اور فوجی اڈوں پر تابڑ توڑ حملوں کا آغاز کیا تھا۔

عوام میں مقبول جہادی رہنما:

موصوف عسکری علم اور پیشہ ورانہ مہارت کے علاوہ عوام کے مسائل اور قومی تنازعات کو حل کرنے میں بھی خداداد صلاحیت کے حامل تھے۔ مولوی سنگین میدانِ جنگ کے بہادر کمانڈر ہونے کے ساتھ ساتھ عوام میں اپنے حسنِ سلوک کی وجہ سے بہت مقبول تھے۔ وہ مجاہدین کی فوجی اور اخلاقی تربیت پر خاصی توجہ دیتے تھے۔ فوجی کارروائیوں کے وقت شہریوں کے جان و مال کے تحفظ کا خاص خیال رکھتے تھے۔

اوصاف و عادات:

ایمان داری، دیانت اور سنت نبوی سے محبت ان کی طبعی خصوصیت تھی۔ وہ ریاکاری سے نفرت کرتے تھے۔ اپنے ساتھیوں کے علاوہ دشمن کے فوجی بھی انہیں عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ مولوی سنگین ایک کامیاب کمانڈر بھی تھے۔ ان کے حکم پر 'قاری محمد اسماعیل یونٹ' کے مجاہدین نے 2009ء میں صوبہ پکتیکا کے امریکی اڈے سے چند کلومیٹر کے فاصلے سے ایک امریکی افسر بوبرگڈال کو ہتھیار سمیت گرفتار کر لیا۔ بوبرگڈال کی گرفتاری، امارت اسلامیہ اور امریکا کے درمیان قیدیوں کا تبادلہ در اصل صوبہ پکتیکا میں مولوی سنگین شہید کی ذمہ داریوں میں سے ایک تاریخی واقعہ ہے۔ معروف سیاسی تجزیہ نگار جناب وحید مژدہ نے ایک تحریر میں مجاہدین کے ہاتھوں امریکی افسر کی گرفتاری سے متعلق لکھا ہے:

"جب 30 جون 2009 کو صوبہ پکتیکا کے ضلع 'یوسف خیل' میں امریکی بوبرگڈال اپنے فوجی اڈے سے باہر نکلا تو مجاہدین نے اُسے گرفتار کر لیا۔ گرفتاری کے دوران اس کے پاس M16 رائفل بھی تھی۔ امریکی فوجیوں نے بوبرگڈال کو بازیاب کرانے کے لیے صوبہ پکتیا، پکتیکا اور غزنی کے ضلع انڈر سمیت دیگر اضلاع میں وسیع پیمانے پر کارروائیاں کیں۔ بوبرگڈال کا پتا بتانے والے شخص کا نام صیغہ راز میں رکھنے اور اس کو انعامات دینے کے وعدے بھی کیے گئے تھے۔ تاہم امریکا

اس مہم میں مکمل ناکام رہا ہے۔ مجاہدین کے مطابق مولوی سنگین نے بوبر گڈال کو ایک بوڑھے افغان کے گھر میں رکھا اور بوڑھے سے کہا:

’بابا جی! اس آدمی کا خیال رکھنا۔ یہ بھاگنے نہ پائے۔ مَیں کچھ دنوں تک مصروف ہوں۔ اس لیے آپ اس کی حفاظت کریں۔‘

بوڑھے نے سوچا کہ اس قیدی کے لیے فرار کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ اگر وہ گھر سے نکل جائے تو کہاں جائے گا؟ اس لیے اس کے ہاتھ پاؤں نہیں باندھے۔ دوسری طرف بوبر گڈال خوف زدہ تھا۔ وہ سوچ رہا تھا مجاہدین جلد ہی اس پر تشدد کریں گے۔ اس کا سر قلم ہونے کی ویڈیو نشر کی جائے گی۔ تاہم مجاہدین کو اس قیدی کی اہمیت کا احساس تھا۔ بوبر گڈال راہ فرار اختیار کرنے کی تلاش میں تھا۔ جب بوڑھا اس کے لیے کھانا لاتا تو وہ کچھ کھا کر کچھ چھپا لیتا۔ ایک دن بوڑھا وضو کے لیے گھر سے باہر گیا تو قیدی بھی چپکے سے گھر سے نکل کر بھاگ گیا۔ چوں کہ قیدی کو وردی کے بجائے مقامی لباس پہنایا ہوا تھا، اس لیے عام لوگ اسے پہچان نہیں سکے۔ وہ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جلدی سے گاؤں سے دور نکل کر پہاڑ تک پہنچ گیا۔ جب بوڑھے کو قیدی کے بھاگنے کا پتا چلا تو اُس نے فوراً مجاہدین کو اطلاع دی۔ مجاہدین نے تین دن کی تلاش کے بعد گاؤں سے باہر اُسے ایک بار پھر گرفتار کر لیا۔ بوبر گڈال سمجھ گیا کہ وہ فرار نہیں ہو سکتا۔ اس نے سوچا اب اُس کو ایک نئی صورت پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ بعد ازاں امارت نے بوبر گڈال کو امریکا کے ساتھ گوانتاناموبے میں بارہ سال سے قید اپنے 5 رہنماؤں کی تبادلے میں رہا کر دیا۔

دشمن کے خلاف کامیاب کارروائیاں:

مجاہدین نے مولوی سنگین فاتح کی قیادت میں 2006 میں صوبہ پکتیکا کے ضلع ’نکی‘ پر حملہ کیا اور اسے مکمل آزاد کر کے وہاں سفید پرچم لہرا دیا۔ امریکی اور کٹھ پتلی فورسز نے اس ضلع پر اپنا کنٹرول قائم کرنے کے لیے کئی حملے کیے، تاہم مولوی سنگین کے ساتھیوں نے دشمن کی ہر کوشش کو ناکام بنا دیا اور اب تک یہ ضلع امارت اسلامیہ کے کنٹرول میں ہے۔ مجاہدین نے کمانڈر سنگین کی قیادت میں صوبہ پکتیکا کے ضلع ’گیان‘ کی عمارت اور قریب واقع امریکی فوجیوں اور اسپیشل فورسز کے مشترکہ کمپاؤنڈ پر حملہ کیا، شدید لڑائی کے بعد دونوں مرکز فتح ہو گئے۔ اب وہاں امارت اسلامیہ کا پرچم ان پر لہرا رہا ہے۔

ضلع گیان کے قریبی علاقے ’لواڑہ‘ میں امریکیوں کا ایک کمپاؤنڈ تھا۔ مجاہدین نے اس مرکز کے سپلائی کا نوائے پر مسلسل حملے کر کے اُسے کاٹ دیا۔ جس سے امریکی تنگ آ کر ’لواڑہ کمپاؤنڈ‘ چھوڑ گئے۔ اسی طرح پکتیکا کا ضلع ’زیڑوک‘ بھی مولوی سنگین کی قیادت میں فتح ہوا تھا۔

سفر جہاد میں زخم:

مولوی صاحب جہادی کارروائیوں کے دوران دو بار زخمی ہوئے۔ ایک بار پکتیکا کے ضلع ’ارگون‘ کے علاقے ’گر بگی کنڈو‘ میں امریکی بمباری سے مولوی صاحب کے چالیس ساتھی شہید، جب کہ مولوی صاحب شدید زخمی ہو گئے۔ یہ بہت بڑا سانحہ تھا، لیکن مولوی صاحب کے حوصلے پست نہیں ہوئے۔ انہوں نے صحت یابی کے بعد بدستور امریکا کے خلاف جہاد جاری رکھا۔ ایک بار میران شاہ میں شرپسند عناصر اور چوروں کے خلاف آپریشن کیا، جس میں مولوی صاحب صفِ اول کا کردار ادا کر رہے تھے، جس میں وہ گولی لگنے سے زخمی ہو گئے، لیکن پھر صحت یاب ہو گئے۔

شہادت:

امریکا مولوی سنگین شہید کے کامیاب آپریشنز اور کارروائیوں سے بہت تنگ تھا۔ اسی وجہ سے اُس نے 2011 میں مولوی سنگین کو بلیک لسٹ میں شامل کر دیا۔

9 ستمبر 2013 کو امریکی ڈرون طیارے نے شمالی وزیرستان میں ان کو اپنے ایک ساتھی کے کمرے میں نشانہ بنایا، جس میں پکتیکا کے سنگلاخ پہاڑوں کے شاہین، مجاہدین اور عوام کے محبوب رہنما اور بہادر غازی مجاہد جام شہادت نوش کر گئے۔ مولوی صاحب اپنے والد کے پہلے یا آخری شہید بیٹے نہیں تھے، بلکہ اس سے پہلے مولوی صاحب کے بھائی عبدالوارث حیدری صوبہ پکتیکا کے ضلع زیڑوک میں امریکیوں کے ساتھ دوبدو لڑائی میں شہید ہو چکے ہیں، جب کہ ایک اَور بھائی ’محمد فاروق‘ ملا عبدالسلام ضعیف کے ساتھ ناپاک سلوک کرنے والی پاکستانی فوج کے ہاتھوں جنوبی وزیرستان میں شہید ہوئے۔

اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنے جوارِ رحمت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

آمین

جنوبی صوبوں کے ذمہ دار مولوی رحیم اللہ سے انٹرویو

انٹرویو: ابوعابد

عسکری کمیشن' امارت اسلامیہ کا ایک وسیع المقاصد اور اہم انتظامی ادارہ ہے، جو قابض استعماری قوتوں اور ان کے حامیوں کے خلاف مسلح مزاحمت کی منصوبہ بندی، نگرانی، تحقیقات، عسکری وسائل کی فراہمی اور مزاحمت میں تیزی لانے کی ذمہ داریاں انجام دے رہا ہے۔ افغانستان کے 34 صوبوں میں جہادی ذمہ داران، گورنروں، ضلعی رہنماؤں، صوبائی اور ضلعی کمیشنز اور دیگر فوجی یونٹس عسکری کمیشن کی قیادت میں کام کر رہے ہیں۔ اس کمیشن کا تنظیمی ڈھانچہ افغانستان بھر میں پھیلا ہوا ہے۔ اس کے تحت مختلف ڈویژن قائم کیے گئے ہیں۔ ہر ڈویژن کے تحت چند صوبوں پر مشتمل حلقے قائم کیے گئے ہیں۔ ان حلقوں کے ذمہ داران جہادی امور کی نگرانی کرتے ہوئے اپنے ماتحت صوبوں کے لیے مختلف وفود بھیجتے ہیں اور خود بھی دورے کرتے ہیں۔ اس بار ہم نے عسکری کمیشن کے ماتحت ہلمند، قندھار، اروزگان اور دائی کنڈی صوبوں پر مشتمل حلقے کے ذمہ دار مولوی رحیم اللہ صاحب کے ساتھ خصوصی گفتگو کی، جو قارئین کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے۔

سوال:

جناب مولوی صاحب! سب سے پہلے ہمارے قارئین کو اپنا تعارف کرائیں۔ پھر امارت میں اپنی ذمہ داریوں کے بارے میں آگاہ کیجیے!

جواب:

سب سے پہلے آپ اور قارئین کو السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ میرا نام مولوی رحیم اللہ ہے اور مَیں صوبہ غزنی کے ضلع ناوہ کا رہنے والا ہوں۔ مَیں نے اس سے پہلے امارت اسلامیہ کی جانب سے صوبہ غزنی کے نائب اور پھر فوجی کمیشن کے ایک رکن کی حیثیت سے کام کیا تھا۔ گزشتہ ایک سال سے عسکری کمیشن کی طرف سے قندھار، ہلمند، اروزگان اور دائی کنڈی صوبوں پر مشتمل حلقے کے ذمہ دار کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہا ہوں۔

سوال:

فوجی کمیشن کے ماتحت حلقوں کے ذمہ داران کی اصل ذمہ داریاں کیا ہیں اور وہ کن شعبوں میں کیا خدمات انجام دیتے ہیں؟

جواب:

فوجی کمیشن نے تمام صوبوں تک رسائی کو یقینی بنانے اور وہاں عسکری امور سے متعلق تمام معاملات پر بھرپور توجہ مرکوز رکھنے کے لیے کچھ صوبوں پر مشتمل حلقے بنائے ہیں۔ اس کمیشن کے ارکان کو مختلف صوبائی امور کی نگرانی سپرد کی گئی ہے۔ کمیشن کے چند ارکان جنوبی صوبوں، چند ارکان شمالی اور چند ارکان مغربی صوبوں میں جہادی کارروائیوں کی نگرانی کی ذمہ داریاں انجام دیتے ہیں۔ عسکری کمیشن کے ماتحت ان متعدد صوبوں کو حلقوں کا نام دیا گیا ہے۔ ہر حلقے کا ایک ذمہ دار ہوتا ہے، جو عسکری کمیشن کے سربراہ اور ان کے معاون کی قیادت میں کام کرتا ہے۔ حلقوں کے نگران حضرات کی ذمہ داریاں یہ ہیں؛

جہادی کارووائیوں سے متعلق گورنروں، ضلعی گورنروں اور مجاہدین کے ساتھ کی منصوبہ بندی کی جائے۔ متعلقہ صوبوں کے درمیان مکمل ہم آہنگی قائم رکھی جائے۔ مجاہدین کے اندرونی مسائل تلاش کر کے اُن کا حل نکالا جائے۔ صوبوں میں عسکری اور عوامی امور کی نگرانی کی جائے۔ عسکریت اور عوام کے مسائل اور مشکلات سے قیادت کو آگاہ کیا جائے۔ مجاہدین کو وسائل فراہم کیے جائیں۔ معاملات کی منصوبہ بندی کر کے اُنہیں عملی جامہ پہنانے کے لیے متعلقہ افراد کے ساتھ تعاون کیا جائے۔ ماتحت تمام صوبوں میں جہادی کارروائیوں کی قریبی نگرانی کی جائے۔ صورت حال کا بہترین جائزہ لے کر فوجی کمیشن کے سربراہ کو تمام معاملات سے فوری آگاہ کیا جائے۔

چوں کہ حلقہ عسکری کمیشن کے ارکان پر مشتمل ہوتا ہے، اس لیے جہادی علاقوں میں ان کی موجودگی سے مختلف علاقوں اور صوبوں کے مجاہدین کے

درمیان ہم آہنگی اور باہمی تعاون کو فروغ مل رہا ہے۔ جن علاقوں میں عوام کے مسائل گورنر یا صوبائی کمیشن کی طرف سے حل نہیں ہوں گے تو پھر حلقے کے ذمہ دار سے رابطہ قائم کیا جاتا ہے۔ اسی طرح حلقے کے ذمہ داران زیادہ تر وقت متعلقہ صوبوں میں گزارتے ہیں اور عسکری کارروائیوں کے وقت مجاہدین کے ساتھ بھرپور تعاون کرتے ہیں۔

سوال:

عمری آپریشن کے سلسلے میں آپ کے حلقے کے ماتحت صوبوں میں جہادی سرگرمیوں کی صورت حال کیسی ہے اور ان صوبوں میں مجاہدین نے کیا پیش رفت کی ہے؟

جواب:

افغانستان بھر میں عمری کارروائیوں کے تحت مجاہدین نے عظیم فتوحات اور اہم کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ کئی اضلاع آزاد کروالیے گئے ہیں۔ دشمن کا اپنے زیر اثر علاقوں پر کنٹرول مزید کم ہو گیا ہے۔ بہت سے علاقوں پر مجاہدین نے فتح کا سفید پرچم لہرا دیا ہے۔ اہم سڑکیں، شاہراہیں اور دشمن کے مراکز مجاہدین کے کنٹرول میں آگئے ہیں۔ دشمن کا کنٹرول متعدد صوبوں کے دارالحکومتوں اور اضلاع کے مراکز تک محدود ہو کر رہ گیا ہے۔ اس سلسلے میں ہمارے حلقے کے ماتحت صوبوں قندھار، ہلمند، ارزگان اور دائی کنڈی میں بھی فتوحات کا ایک خوش گوار سلسلہ جاری ہے۔ ان صوبوں میں جہادی صورت حال، کامیابیوں اور فتوحات سے متعلق اگر تفصیل ذکر کروں گا تو بات طویل ہو جائے گی۔ مَیں کوشش کرتا ہوں کہ کامیابیوں کا مختصر خاکہ آپ کے سامنے رکھ سکوں۔

قندھار افغانستان کے جنوب میں مرکزی اور سب سے اہم صوبہ ہے۔ اس لیے دشمن نے جنگ کا کمانڈ سینٹر یہاں قائم کر رکھا ہے۔ یہاں سے غاصب دشمن اور اتحادی تمام صوبوں میں جنگ کی قیادت کر رہے ہیں۔ اسی وجہ سے غیر ملکی اور مقامی حکام کی حفاظت کے لیے ہزاروں اہل کاروں کو یہاں تعینات کر کے سکیورٹی سخت کر دی گئی ہے۔ اس سال بھی مجاہدین نے اس صوبے میں اہم کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ قندھار سے ارزگان کی طرف جانے والی مرکزی شاہراہ پر مجاہدین نے کنٹرول حاصل کر لیا ہے۔ مجاہدین نے اس شاہراہ پر قائم 28 چوکیوں کو فتح کر کے سڑک اور ملحق علاقے پر اپنا کنٹرول قائم کر لیا ہے۔

ضلع شاہ ولی کوٹ اور ضلع میوند میں مجاہدین کے مسلسل حملوں سے اس سال دشمن کو جس قدر بھاری جانی نقصان کا سامنا کرنا پڑا ہے، اس کی مثال نہیں ملتی۔ مجاہدین کے اعداد و شمار کے مطابق گزشتہ سال صرف ضلع میوند میں دشمن کے 500 سے زائد اہل کار ہلاک اور سیکڑوں زخمی ہوئے تھے۔ مجاہدین نے ان کی چیک پوسٹوں اور فوجی اڈوں پر تابڑ توڑ حملے کیے۔ ان ہلاکتوں کی وجہ سے دشمن ان علاقوں میں اہل کاروں کی نفری کی تعداد میں کمی کے بحران سے دوچار ہے۔ اس لیے بھی وہ اپنی جنگی سرگرمیوں میں ناکام ہو رہا ہے۔ قندھار کا ضلع ’نیش‘ گزشتہ پندرہ سالوں سے دشمن کا ایک مضبوط قلعہ سمجھا جاتا رہا ہے۔ اس ضلع کے تمام علاقوں پر اس کا مکمل کنٹرول تھا۔ گزشتہ سال مجاہدین نے اس ضلع پر بھی اپنا کنٹرول قائم کر لیا ہے۔ اب دشمن کا کنٹرول صرف ضلعی عمارت تک محدود ہے۔ اسی طرح ضلع غورک پر بھی مجاہدین کا کنٹرول ہے۔ اس جھڑپ میں دشمن کو بھاری جانی نقصان بھی پہنچا تھا۔ بہت سا مال غنیمت مجاہدین کے ہاتھ لگا تھا۔ اس کے علاوہ قندھار شہر میں مجاہدین کی گوریلا کارروائیوں میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ مختلف اضلاع میں دشمن پر حملے بڑھا دیے گئے ہیں۔ قندھار شہر کے جنوب میں واقع ضلع ریگستان کافی عرصے سے مجاہدین کے کنٹرول میں ہے۔ ضلع شوراوک محاصرے میں ہے۔ اسی طرح مشرقی اضلاع ’معروف‘ اور ’ارغسان‘ میں بھی قابل ذکر کامیابیاں حاصل ہوئی ہیں۔

سوال:

قندھار کی طرح ارزگان اور ہلمند کی جہادی صورت حال کیسی ہے؟

جواب:

عمری آپریشن کے تحت مجاہدین نے صوبہ ارزگان میں بھی اہم فتوحات حاصل کی ہیں۔ ماضی میں ارزگان کے دارالحکومت ترین کوٹ کے مضافات میں کوئی ایک علاقہ بھی مجاہدین کے کنٹرول میں نہیں تھا۔ اب عمری آپریشن کے نتیجے میں ترین کوٹ شہر کے علاوہ دارالحکومت کے تمام مضافات پر مجاہدین کنٹرول ہے۔ مجاہدین مشرق کی طرف ’گرماؤ‘ اور ’مراد آباد‘، شمال کی جانب سے ’درویشان‘ اور مغرب کی جانب ’پایناوی‘ کی سمت سے دارالحکومت کے دروازے تک پہنچ گئے ہیں۔ عمری آپریشن کے نتیجے میں مجاہدین نے ارزگان میں 100 سے زائد چیک پوسٹوں اور 15 بڑے فوجی اڈوں پر قبضہ کر لیا ہے۔ مجاہدین نے دارالحکومت ترین

کورٹ میں دشمن کے اہم فوجی وسائل غنیمت میں حاصل کر لیے ہیں، جن میں 70 ٹینک اور فوجی گاڑیاں، 10 بڑی گاڑیاں، 700 سے زائد مختلف ہتھیار، جن میں ہیوی مشین گنیں، راکٹ اور بھاری ہتھیار شامل ہیں۔ علاوہ ازیں بہت سارے اوزار اور وسائل قبضے میں لے لیے ہیں۔

عمری آپریشن کے تحت ضلع چوری میں 20 چیک پوسٹوں اور پانچ فوجی ہیڈ کوارٹرز پر قبضہ کیا گیا ہے۔ اس ضلع کی صرف سرکاری عمارت دشمن کے کنٹرول میں ہے۔ باقی تمام علاقے پر مجاہدین کا مکمل کنٹرول ہے۔ ضلع 'دہراود' کی طرف جانے والی شاہراہ پر مجاہدین کا کنٹرول ہے۔ اروزگان کی صورت حال اس طرح ہے کہ تمام اضلاع مثلاً دہراود، خاص اروزگان، چینارتو، چارچینی اور چورا مکمل طور پر مجاہدین کے محاصرے میں ہیں۔ اب دشمن کے پاس زمینی راستہ نہیں ہے۔ وہ فضائی راستے سے وہاں موجود اہل کاروں کو خوراک اور دیگر وسائل فراہم کرتا ہے۔

اسی طرح صوبہ ہلمند میں بھی مجاہدین نے عظیم فتوحات حاصل کی ہیں، جس سے دشمن کی نیندیں حرام ہو کر رہ گئی ہیں۔ گزشتہ سال ہلمند میں فتوحات کا نہ تھمنے والا سلسلہ شروع ہوا تھا۔ مجاہدین نے اللہ تعالی کے فضل اور مدد سے ضلع خانشین اور ناوہ مکمل طور پر فتح کر لیا ہے۔ اسی طرح ضلع گرمسیر میں مجاہدین پہلے صرف گوریلا کارروائیاں کرتے تھے۔ گزشتہ سال مجاہدین نے اس ضلع کے تمام علاقوں پر اپنا کنٹرول قائم کر لیا ہے۔ ایک بار شہر میں داخل بھی ہوئے، لیکن اب صرف ضلعی عمارت دشمن کے کنٹرول میں ہے۔ اسی طرح ضلع نادعلی، باباجی اور صوبائی دارالحکومت لشکرگاہ کے مضافات میں چاہ انجیر اور دیگر علاقوں کے اکثریتی حصے پر مجاہدین کا کنٹرول ہے۔ مجاہدین نے امریکی منصوبے کے تحت جرائم پیشہ عناصر پر مشتمل اربکی ملیشیا کے شر سے علاقے کے عوام کو محفوظ کر دیا ہے۔ ان کی سکیورٹی چیک پوسٹوں کو فتح کر کے سالہاسال کا امریکی جنگی منصوبہ خاک میں ملا دیا ہے۔ علاوہ ازیں ضلع گریشک، مارجہ اور سنگین کے مضافات میں بھی مجاہدین نے غیر معمولی فتوحات حاصل کر کے بہت پیش رفت کی ہے۔ دشمن کی متعدد چیک پوسٹوں کو فتح کر کے بہت سے علاقوں پر اپنا کنٹرول قائم کر لیا ہے۔ گزشتہ سال مجاہدین نے ایک اہم پیش رفت یہ کی کہ قندھار اور ہلمند کو ملانے والی مرکزی شاہراہ پر اپنا کنٹرول قائم کر لیا ہے۔ مجاہدین نے گزشتہ سال دو بار اس شاہراہ کو بلاک کیا تھا۔ اب بھی جب چاہیں، اسے بلاک کیا جا سکتا ہے۔ ہلمند میں دشمن بہت سنگین صورت حال سے دوچار ہے۔ اربکی ملیشیا اور فورسز کو پسپا کر کے دشمن کا منصوبہ ناکام بنا دیا ہے۔

مجاہدین نے گزشتہ سال ہلمند میں دشمن کی سازشوں کو بروقت ناکام بنانے میں بہت کامیابی حاصل کی ہے۔ کٹھ پتلی انتظامیہ کے کمیونسٹ رہنما عبدالجبار قہرمان منصوبہ بندی میں مہارت رکھتے ہیں۔ انہوں نے چند باغیوں کے ساتھ مل کر مجاہدین کے خلاف اِنہی کے روپ میں جنگجو تیار کرنے کا ایک بہت بڑا منصوبہ بنایا گیا تھا، لیکن اللہ کے فضل سے ہلمند میں مجاہدین کی قیادت نے بروقت اس کا سدباب کر کے دشمن کی تمام چالوں اور سازشوں کو ناکام بنا دیا۔ اسی طرح مجاہدین نے گزشتہ سال صوبہ دائی کنڈی کے کچھ علاقوں میں قابل ذکر کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ مجاہدین ضلع گیزاب میں دشمن کی 20 سے زائد چیک پوسٹوں کو فتح کر کے ضلعی مرکز تک پہنچ گئے۔ اس کارروائی میں مجاہدین نے دشمن سے مختلف قسم کے 80 ہتھیار بھی حاصل کیے۔ اسی طرح ضلع اجرستان میں بھی دشمن پر کئی بار بڑے حملے کر کے کچھ علاقوں پر مجاہدین کا کنٹرول قائم ہو گیا ہے۔ مجموعی طور پر گزشتہ سال مجاہدین نے مذکورہ تمام صوبوں میں اہم کامیابیاں حاصل کی ہیں، جس پر ہم اللہ تعالی کا شکر ادا کرتے ہیں۔

سوال:

مذکورہ صوبوں کے تمام مفتوحہ علاقوں، چیک پوسٹوں اور فوجی اڈوں پر مجاہدین نے جنگ کے ذریعے کنٹرول حاصل کیا ہے یا کچھ علاقوں میں دشمن ہتھیار ڈال کر سرنڈر بھی ہوا ہے؟

جواب:

ابتداء میں بہت سے علاقوں پر مجاہدین نے عمری آپریشن کے تحت کارروائیوں کے نتیجے میں کنٹرول قائم کیا تھا، لیکن جب دشمن سمجھ گیا کہ سرنڈر ہونا بہترین راستہ ہے تو پھر وہ جوق در جوق مجاہدین کی صف میں شامل ہوتے رہے۔ گزشتہ سال مجاہدین نے ایک اَور بڑی کامیابی یہ حاصل کی کہ دشمن کا ایک جنگی حربہ ناکام بنایا، جس سے دشمن اہل کاروں کے حوصلے پست ہوئے۔ مجاہدین نے سرنڈر ہونے والے اہل کاروں کے ساتھ نہایت اچھا اور نیک برتاؤ کیا۔ جس کے باعث مزید دشمن اہل کار ہتھیار پھینک کر امارت اسلامیہ کی صف میں شامل ہو گئے۔ یہ ایک اہم پیش رفت تھی، جس سے دشمن کی صفوں میں ہلچل مچ گئی۔ حتی کہ دشمن

کے بڑے بڑے فوجی اڈوں میں موجود سیکڑوں اہل کار ہتھیار ڈال کر مجاہدین سے آ ملے۔ سرنڈر ہونے والے اہل کاروں کے ساتھ مجاہدین نے نہایت اچھا سلوک کیا۔ ان کے ساتھ عزت واحترام کے ساتھ پیش آئے۔ علاوہ ازیں بخوشی سرنڈر ہونے والے اہل کاروں کو رہا کر دیا۔ ان کے ساتھ مالی تعاون بھی کیا۔ اُنہیں اپنے گھروں تک پہنچانے میں مدد فراہم کی۔ مجاہدین کے اس اقدام کے نہایت مثبت اثرات مرتب ہوئے۔ اب بھی بہت سے اہل کار مجاہدین کے ساتھ رابطہ کر کے ہتھیار ڈالنے کا وعدے کر رہے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ جب بھی ہمارے علاقوں میں جنگ لگی تو ہم لڑائی کا حصہ نہیں بنیں گے، بلکہ ہتھیار ڈال کر مجاہدین کی صف میں شامل ہو جائیں گے۔

سوال:

مفتوحہ علاقوں میں مجاہدین عوام کے حقوق کا خیال رکھتے ہیں؟

جواب:

ان تمام مفتوحہ علاقوں میں مثالی امن قائم ہے۔ کیوں کہ عوام کے لیے امن کی ضرورت سب سے اہم ہے۔ لوگوں کے جان، مال اور عزت محفوظ ہیں۔ ڈکیتی، قتل اور دیگر جرائم کے مقدمات درج نہیں ہوئے۔ لوگوں کے مسائل کے حل کے لیے تمام ادارے فعال ہیں۔ تمام علاقوں میں عدالتیں قائم ہیں۔ عوام اپنے مسائل ضلعی گورنروں اور متعلقہ اداروں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ عام مجاہدین کو عوام کے ساتھ کوئی لین دین نہیں ہے۔ مجموعی طور پر عوام مجاہدین کے کردار سے مطمئن اور خوش ہیں۔

سوال:

حال ہی میں امریکا نے اعلان کیا ہے کہ ہلمند میں مزید تین سو امریکی فوجی بھیجے جائیں گے۔ آپ امریکا کے اس اقدام کو کس نظر سے دیکھتے ہیں؟

جواب:

مجاہدین نے گزشتہ سال ہلمند میں بہت کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ دشمن بھاری جانی نقصان سے دوچار ہے۔ دشمن کا خیال ہے کہ رواں سال مجاہدین اپنی کارروائیوں میں مزید تیزی لا کر دشمن پر تابڑتوڑ حملے کریں گے۔ ہلمند میں ہزاروں امریکی فوجیوں کو شکست ہو چکی ہے۔ اب اس اقدام سے امریکا افغان فورسز کو حوصلہ دینے کی کوشش کر رہا ہے۔ یہ بھی کہ امریکا افغان حکومت کی پشت پر کھڑا ہے۔ لہٰذا وہ ان اقدامات کے لیے بہت زیادہ پروپیگنڈا کرتے ہیں، لیکن یہ حقیقت سب کو معلوم ہے کہ جب ہزاروں امریکی و برطانوی فوجی مجاہدین کا راستہ نہیں روک سکے تو تین سو امریکی کس کھیت کی مولیاں ہیں!

ہمارے ساتھ اللہ تعالی کی مدد ہے۔ دشمن کبھی بھی مجاہدین کی پیش رفت کا راستہ نہیں روک سکتا۔ امریکا نے پہلے بھی ہزاروں فوجیوں کو ہلمند میں تعینات کیا تھا۔ وہ ہزاروں فوجیوں کے باوجود بھی جہادی تحریک اور عوامی مزاحمت کچلنے میں ناکام رہا ہے تو اب ان چند سو فوجیوں کو تعینات کرنے سے مَیں نہیں سمجھتا کہ کوئی بڑی تبدیلی آ سکتی ہے۔

سوال:

آپ میگزین کے توسط سے قارئین تک کیا پیغام پہنچانا چاہتے ہیں؟

جواب:

میرا پیغام تمام مسلمانوں اور خاص طور پر مجاہدین کے لیے یہ ہے کہ آپس میں اتحاد و اتفاق کا مظاہرہ کریں۔ جہاد میں اتحاد کامیابی کی پہلی شرط ہے۔ اتحاد کے لیے ضروری ہے کہ تمام لوگ ایک صف میں خدمت پر توجہ دیں اور ایک امیر کی اطاعت کریں۔

دوسرا یہ کہ مجاہدین عوام کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔ ہمارے عوام دین دوست اور مؤمن ہیں۔ انہوں نے جہاد میں بہت زیادہ قربانیاں دی ہیں۔ ان کے تعاون سے مجاہدین جہاد میں مصروف عمل ہیں۔ وہ مجاہدین کے ساتھ خوراک، وسائل سمیت ہر قسم کا تعاون کر رہے ہیں۔ ہمارے جہاد کا اہم ہدف مظلوم عوام کو ظالم حکمرانوں سے نجات دلانا ہے۔

خدانخواستہ اگر مجاہدین نے اپنے عوام سے برا سلوک کیا اور جبر و تشدد سے کام لیا تو جہاد اور تمام تر قربانیاں ضایع ہو جائیں گی۔ اللہ بھی ناراض ہو گا۔ اللہ تعالی ہمیں توفیق دے کہ عوام کے ہر فرد کے حقوق کا تحفظ کریں۔ ان کے لیے محبت کی فضا قائم کریں۔

امارت کی سرگرمیوں پر کابل پریشان

شاہد غزنیوال

ہر موسمِ سرما میں مجاہدین کے لیے فوجی تیاریوں اور مزید فتوحات کے لیے مناسب فرصت ہوتی ہے۔ افغانستان کی بیشتر علاقوں میں موسم سرما کے دوران جہادی عملیات قدرے مشکل ہو جاتی ہیں۔ البتہ مجاہدین کا اکثر حصہ اس موسم میں مزید کارروائیوں کے بجائے نئی جنگی حربے سیکھنے میں مصروف کر دیا جاتا ہے۔ امارت اسلامیہ نے رواں سال کی سردی کے شروع میں دیگر فوجی منصوبوں کی تکمیل کے ساتھ ساتھ 16 صوبوں کے لیے گورنرز کی تقرری اور فوجی سربراہوں کی تعیناتی بھی عمل میں لائی ہے۔ صوبوں کے لیے نئے گورنرز اور فوجی حکام کی تقرری کی پالیسی عسکری اور سیاسی لحاظ سے نہایت سود مند اور دوررس نتائج کے حامل ثابت ہوئی ہے۔ اس کے ذریعے جہاں نئے گورنرز اور حکام کی فوجی صلاحیتوں میں نکھار آ سکتا ہے، وہاں گورنرز، فوجی حکام اور امارت کے دیگر اداروں اور فوجی نظام میں نئی تبدیلیوں سے امارت کی قوتِ فیصلہ اور اثر و نفاذ کا پتا چلتا ہے۔

امارت اسلامیہ کے 16 صوبوں میں فوجی و سیاسی تبدیلیاں موسم سرما کے اوائل ماہ میں عمل میں آئی ہیں۔ جنوری کے شروع سے مارچ کے آخر تک تین مہینے کا موسم سرما فرصت کے لئے کافی وقت ہے، جس میں اسلامی امارت کے فوجی کمیشن ملک میں آنے والے موسم بہار کے لئے فوجی پلانوں تشکیل کرتے ہیں۔ نئے گورنرز اور فوجی حکام تعیناتی کے دن سے ہی اپنے اپنے صوبوں میں نئے اور تازہ دم کے ساتھ فعال ہوں گے۔ وہاں موجود مجاہدین کے ساتھ اپنے تجربات اور فوجی مہارتوں کا آغاز کریں گے۔

امریکا اور ان کے ساتھ آنے والی مزدور اور کٹھ پتلی انتظامیہ ہر وقت بد نظمی، اختلافات اور انتشار کا شکار رہتی ہے۔ کابل انتظامیہ امارت اسلامیہ کی پالیسی میں فوجی اور سیاسی تبدیلیوں کے سبب سخت پریشان ہے۔ وہ جانتی ہے کہ مجاہدین ابھی سے آنے والے موسم بہار کے لیے عزمِ مصمم اور فعال فوجی و عسکری قوت کے ساتھ جہادی سرگرمیوں کا ارادہ رکھتے ہیں۔ یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ وہ امارت کی نئی تقرریوں کے باعث سخت گھبرائی ہوئی ہے۔ جس کی وجہ سے وہ بدترین پروپیگنڈے پر اُتر آئی ہے۔ دشمن کے دفاعی اور داخلہ امور کے حکام کو امارت کے اس غیر معمولی اقدام نے اتنا زیادہ متاثر کیا ہے کہ وہ ردِ عمل میں پروپیگنڈا کرتے ہوئے منطق اور دانش سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ انہوں نے امارت کے اس اقدام کے ردِ عمل میں مؤقف ظاہر کیا ہے کہ امارت نے 16 صوبوں کے گورنرز اور فوجی حکام اس لیے تبدیل کیے ہیں کہ امارت کے خیال کے مطابق وہ کابل انتظامیہ سے مذاکرات کے حق میں تھے۔ وہ امارت کے بروقت اقدام کے خلاف ایک ایسا پروپیگنڈا کرتے ہیں، جس کی حقیقت کا اُنہیں کچھ علم نہیں ہوتا۔

امارت کی حالیہ تبدیلیوں کی جو خبر افغان و غیر افغان میڈیا نے نشر کی ہے، اس میں صراحت کے ساتھ یہ کہا گیا تھا کہ امارت نے 16 صوبوں کے گورنرز اور فوجی حکام میں رد و بدل کیا ہے۔ رد و بدل اس طور پر کہ ایک گورنر کا ایک صوبے سے دوسرے صوبے میں تبادلہ کیا گیا ہے، لیکن کابل انتظامیہ کے نشریاتی حکام اس قدر نفسیاتی مریض بن چکے ہیں کہ صرف میڈیا میں اپنا وجود برقرار رکھنے کے لیے امارت کی نئے جہادی تعیناتیوں کے خلاف نامعقول ردعمل ظاہر کرتے ہیں۔

امارت 2016 چیلنجز اور فتوحات

موسیٰ فرہاد

دوہزار سولہ صرف امارت اسلامیہ کے لیے جدت کا سال نہیں تھا، بلکہ عالمی سطح پر ایسے واقعات رونما ہوئے، جو آئندہ کی بڑی تبدیلیوں کا پیش خیمہ ثابت ہوں گے۔ امریکا کے صدارتی انتخابات میں توقع کے برخلاف حیران کن تبدیلی سامنے آئی ہے۔ شام میں روس اور امریکا کی کھلی جنگ شروع ہوئی ہے۔ برطانیہ یورپی یونین سے علیحدگی اختیار کر گیا ہے، جس سے یورپی یونین کے خاتمے کے آثار پیدا ہو رہے ہیں۔ نیٹو کے یورپین ارکان پر نئے امریکی صدر نے عدم اعتماد کا اظہار کیا ہے۔ عرب دنیا خصوصا سعودی عرب اور ایران کے درمیان طویل سرد جنگ گرم جنگ میں بدل گئی ہے۔ امریکا کے خلاف روس اور چین کی سربراہی میں تیزی سے ایک خاموش طوفان پیدا ہو رہا ہے۔ افغانستان میں امریکا کی اور نقصان کی وجہ سے امریکا تنہائی اور ناکامی کے احساس سے دوچار ہے۔ چین کی سیاست اور اقتصادیات میں اضافے سے ایک نئی دنیا سامنے آ رہی ہے۔

مجاہدین کو درپیش چیلنج:

1۔ مجاہدین کے لیے سب سے بڑا چیلنج یہ تھا کہ ایک سال کے اندر اندر دوسری بار قیادت کے مسئلے کا سامنا کرنا پڑا۔ امیر المؤمنین ملا اختر محمد منصور جیسے بہت مضبوط سیاسی اور فوجی رہنما اپریل 2016ء میں امریکی ڈرون طیارے کے ذریعے شہید کر دیے گئے۔ یہ مجاہدین کے لیے بہت الم ناک حادثہ تھا۔ ایک سال قبل پہلے امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد کے اعلانِ وفات کے بعد نئے امیر کے انتخاب پر کچھ اختلافات کا سلسلہ شروع ہوا۔

2۔ عسکری شعبے میں ترقی کا معاملہ کہ کیا نئی قیادت پیچیدہ گوریلا محاذوں کی جنگ کامیابی سے لڑ سکے گی؟

3۔ مجاہدین کی صفوں میں موجود ناراضگیاں کے بارے میں خدشہ تھا کہ وہ پھیل کر صف کی شکست و ریخت کا باعث بن جائیں۔

4۔ عسکری معاملات کے سلسلے میں عین عروج کی حالت میں اس بات کا خطرہ پیدا ہو گیا کہ ممکنہ طور پر موجود درکاوٹیں بڑھ جائیں گی۔ اس لیے نتیجۃً یہ ہوتا کہ مجاہدین سیاسی میدان میں بھی پسپائی کا شکار ہو جائیں گے۔ جب کہ موجودہ حالات میں مجاہدین سیاسی ترقیوں کا زینہ پار کر رہے ہیں۔

5۔ مالی مشکلات کو کم کرنے کوشش کرنا تھا۔ کیوں کہ مذکورہ بالا چار چیلنجز کی موجودگی میں مالی بحران بھی یقینی سمجھا جا رہا تھا۔

مجاہدین نے ان مشکلات پر قابو پا کر ان تمام چیلنجز کا مکمل کامیابی سے مقابلہ کیا۔

چیلنجز کا مقابلہ کیسے کیا؟

جب امیر المؤمنین ملا اختر محمد منصور شہید ہوئے تو خود اوباما نے امریکا کے لیے اسے بڑی کامیابی قرار دیا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ کابل انتظامیہ نے بھی اس پر خوشی کا اظہار کیا تھا۔ ان سب کا خیال تھا کہ اس بار مجاہدین کے درمیان اختلافات کا پیدا ہونا یقینی ہے۔ اس کے برعکس امریکا کے اس طرح کے اقدامات اور بیانات سے افغان عوام اور خصوصا مجاہدین پر الٹا اثر ہوا، جس کے نتیجے میں مجاہدین مبینہ طور پر موجود باہمی اختلافات بھلا کر نئے امیر کے انتخاب پر سو فیصد متفق ہوگئے۔ تمام عسکری کمانڈروں، سیاسی قائدین، علمائے کرام اور دیگر ارکان نے ان کی بیعت اور حمایت میں آواز بلند کی۔ جو لوگ سابق امیر کے انتخاب کے حوالے سے اعتراضات اور ناراضگی کا اظہار کرتے تھے، انہوں نے بھی پے در پے غیر مشروط بیعت کر لی۔ نئے امیر شیخ ہبۃ اللہ صاحب کے انتخاب کے ساتھ ہی پورے افغانستان میں عسکری آپریشنز کا سلسلہ تیز ہو گیا۔ حتیٰ کہ درجنوں اضلاع مکمل طور پر فتح ہو کر امارت کے ہاتھ آ گئے۔ چھ اہم صوبوں کے مراکز جیسے ہلمند، اروزگان، فراہ، بغلان، قندوز، میدان وردگ اور اس طرح کے دیگر علاقے مجاہدین کے محاصرے میں آ گئے۔

جنگ اتنی شدید ہو گئی کہ امریکا نے اپنی وہ اسٹریٹجی اور پالیسی تک بدل دی، جو کہتے تھے کہ اب وہ جنگ میں براہ راست شریک نہیں ہوں گے۔ 2016 کے آخر تک اپنی فوج افغانستان سے نکال لیں گے۔ کابل انتظامیہ کے بار بار مطالبے، فریاد اور مجاہدین کی جانب سے فوری خطرہ محسوس کرنے کی وجہ سے اوباما نے اپنی

فوج کو فضائی، زمینی اور نائٹ آپریشن کی وسیع پیمانے پر اجازت دے دی۔ جس کے نتیجے میں امریکی کمانڈر کے بقول چار مہینوں میں 700 بار ہوائی بمباری ہوئی ہے۔ اس بمباری سے سیکڑوں شہریوں کی شہادتوں کے الم ناک حادثات ہوئے ہیں۔ اس کے باوجود بھی مجاہدین کے پیچیدہ حملوں کا راستہ نہیں روکا جا سکا۔ کابل انتظامیہ کے قبضے سے آزاد کرائے گئے علاقے اب تک مجاہدین کے کنٹرول میں ہیں۔

امارت کی جانب سے شایع ہونے والی رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ انہوں نے گزشتہ سال کے دوران تقریباً9ہزار ایک سو53 کارروائیاں کی ہیں۔ جن کا اوسط روزانہ کے حساب سے 26 حملے بنتے ہیں۔ رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ گزشتہ سال کے دوران دو سو چھبیس بیرونی فوجی مارے گئے ہیں، جب کہ ایک سو 35افراد زخمی ہوگئے ہیں۔ مجاہدین نے گزشتہ سال افغان فوج، پولیس اور اربکیوں کی ہلاکتوں کے حوالے سے کہا ہے کہ چوں کہ یہ لوگ امریکی فوج کے لیے ڈھال بن کر لڑتے ہیں، اس لیے حملوں میں زیادہ ہلاکتیں ان کی ہوتی ہیں۔ جو تقریباً17ہزار5سو39 ہیں اور زخمیوں کی تعداد 11ہزار2سو72 ہے۔ رپورٹ میں مزید کہا ہے کہ گزشتہ سال پورے افغانستان میں دشمن کے 28 ہیلی کاپٹر اور طیارے گرائے گئے۔ جن میں سے 14 ہیلی کاپٹر اور 10 ڈرون طیارے، 2 ایف سولہ طیارے اور 2 سامان لے جانے والے بڑے جنگی طیارے شامل ہیں۔ اسی طرح دشمن کی 34 سو ستائیس مختلف گاڑیاں جیسے بکتر بند گاڑیاں، رینجر گاڑیاں، ٹینک اور اس طرح کی دیگر چھوٹی بڑی گاڑیاں تباہ ہوئیں۔

دوسری طرف افغان فوج، پولیس، اربکی اور دیگر ملیشیا بھی جنگ کا حوصلہ ہار چکی ہیں۔ ہر جگہ سیکڑوں فوجی جنگ سے فرار ہو رہے ہیں۔ بہت سے مجاہدین کی صفوں میں شامل ہو رہے ہیں۔ اروزگان سے 150 اہل کاروں کا ایک گروپ اپنے ساتھ 30 بکتر بند گاڑیاں ہزاروں کی تعداد میں اسلحہ اور گاڑیاں لے کر مجاہدین سے مل گیا ہے۔ اسی طرح ہلمند کے ایک کیمپ میں افغان آرمی کے 70 اہل کار موجود تھے۔ انہوں نے اپنے اسلحے اور دیگر وسائل کے ساتھ ہتھیار ڈال دیے۔ جنگ کی اس قدر شدت نے کابل انتظامیہ اور اس کے بیرونی حامیوں کو حیران کر دیا ہے۔

اختلافات کا خاتمہ:

امیر المؤمنین ملا منصور صاحب کو جس طرح امریکی ڈرون کے ذریعے شہید کر کے امریکا اور اُس کے علاقائی حامیوں نے اس پر حد سے زیادہ خوشی کا اظہار کیا تھا، اس بات نے مجاہدین کو اس بات پر مجبور کیا کہ وہ ہر طرح کے اختلافات بھلا کر آپس میں مزید متحد اور مضبوط ہو جائیں۔ چوں کہ امارت اسلامیہ کے نئے امیر شیخ ہبۃ اللہ صاحب ایک مستند عالمِ دین ہیں، اُن سے کسی کی رقابت نہیں اور ہر کوئی اُنہیں قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اسی لیے جس کے پہلے کچھ سطحی اعتراضات تھے، وہ بھی بلا کسی قید و شرط شیخ صاحب کی بیعت کرنے لگے۔

سیاسی پیش رفت:

سال 2016 گزشتہ ڈیڑھ عشرے کے مقابلے میں امارت اسلامیہ کے لیے زیادہ کامیابیوں کا سال تھا۔ مجاہدین نے خطے اور عالمی سطح پر اچھی سیاسی پیش رفت کی ہے۔ اس کی بہترین مثال ماسکو کا حالیہ اجلاس ہے، جس میں سلامتی کونسل کے دو دائمی رکن روس اور چین شریک تھے۔ انہوں نے سلامتی کونسل سے واضح طور پر اس بات کا مطالبہ کیا ہے کہ امارت اسلامیہ کے رہنماؤں کے نام بلیک لسٹ سے نکالے جائیں۔ تجزیہ کاروں کے مطابق یہ اس لیے بھی ایک اہم سیاسی پیش رفت ہے کہ امارت اسلامیہ کو یہ سہولت دینے کا تقاضا ایسے اجلاس میں کیا گیا ہے، جس میں مجاہدین خود شریک تھے اور نہ انہوں اس طرح کی کسی سہولت کا مطالبہ کیا تھا۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ امارت اسلامیہ ایک حقیقت ہے۔ دنیا اِسے افغانستان کی اصل نمائندہ کی حیثیت سے پہچانتی ہے۔ میرے خیال میں اس معاملے نے امارت اسلامیہ کو جتنی سیاسی وجاہت دی ہے، اُسی قدر یہ بات افغان انتظامیہ کی سیاسی حیثیت کو کاری ضرب لگا رہی ہے۔ یہی وجہ تھی کابل انظامیہ نے اس کے ردِ عمل میں انتہائی مایوسی کا اظہار کیا ہے۔ کیوں کہ اشرف غنی نے حال ہی میں امارت کے نئے امیر شیخ ہبۃ اللہ حفظہ اللہ کا نام بلیک لسٹ میں ڈالنے کا غیر قانونی اور غیر عقلی مطالبہ کیا تھا۔ جب کہ گل بدین حکمت یار کا نام بلیک لسٹ سے نکالنے کا مطالبہ کیا تھا۔ واضح رہے گل بدین کو آج کل "حکومت یار" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ اشرف غنی کی بچگانہ ضد کو کسی طرف سے گھاس نہیں ڈالی گئی۔ علاوہ ازیں امارت اسلامیہ نے افغان عوام کو یہ باور کرایا ہے کہ امریکا اور کابل انتظامیہ مذکرات اور صلح کے نام پر جو پروپیگنڈا کر رہے ہیں، اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ یہ سب جھوٹ ہے۔ حال ہی میں غیر جانب دار ممالک کے صحافیوں اور یونیورسٹی پروفیسرز

کا ایک وفد سہ روزہ دورے پر امارت کے سیاسی قطر دفتر پہنچا، جہاں مذاکرات اور دیگر موضوعات پر دفتر کے نمائندوں سے تفصیلی گفتگو اور سوالات و جوابات ہوئے۔ وفد کے ارکان امارت کے نمائندوں کی گفتگو سے بہت مطمئن تھے۔

اسی طرح عوامی مفادات کے منصوبوں کی حفاظت کے لیے مجاہدین کی حمایت، دیوانی مقدمات میں مجاہدین کا عوام سے تعاون اور ان تمام اقدامات سے مجاہدین کی عوام میں مقبولیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ مجاہدین کے مقابلے میں عوام کے پاس صرف کابل انتظامیہ ہے، جس کی بنیاد ہی رشوت اور کرپشن پر رکھی گئی ہے۔ کچھ عرصہ قبل میڈیا نے ایک سروے رپورٹ نشر کی، جس میں کہا گیا ہے کہ گزشتہ سال کے دوران کابل انتظامیہ نے عدالتی اور دیگر معاملات میں عوام سے 3 ارب ڈالر رشوت میں لی ہے۔ یقیناً اس طرح کے کرپٹ نظام میں عوام کے مسائل کبھی بھی حل نہیں ہوسکتے، بلکہ ان کی زندگی اجیرن ہو کر رہ جاتی ہے۔

امارت کی مالی حالت:

حقیقت یہ ہے کہ امارت اسلامیہ کا کوئی بڑا مالی سرچشمہ تھا اور نہ ہے۔ حتیٰ کہ امارت اسلامیہ کے دورِ حکومت میں بھی اس پر امریکا کے حکم سے اقتصادی پابندیاں عائد تھیں۔ پھر جب امریکی جارحیت کے نتیجے میں امارت کا سقوط ہوا تو اس کے مالی وسائل نہ ہونے کے برابر تھے۔ صرف عوام کا تعاون تھا کہ گھروں سے مجاہدین کو کھانا کھلاتے تھے۔ حتیٰ کہ جنگ گوریلا حملوں سے محاذوں کی جنگ تک پہنچ گئی، جس سے وسیع پیمانے پر وقتاً فوقتاً غنیمت حاصل ہوئی۔ علاوہ ازیں افغانستان کے اندر اور باہر ان دین دار مسلمانوں کا مالی تعاون تھا، جو اپنی حکومتوں سے خفیہ طور پر محض ایک دینی فریضے کی ادائیگی کے لیے انفاق فی سبیل اللہ کی صورت میں تعاون کرتے تھے۔ عوامی تعاون کا سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ مجاہدین کی کارروائیوں میں جس قدر وسعت آتی ہے، اتنا ہی لوگوں کا تعاون بڑھتا ہے۔ لوگ یہ سارا تعاون اپنے احساس اور ذمہ داری کی بنیاد پر کرتے ہیں۔ وہ لوگ مجاہدین کی ضروریات کو سمجھ کر محسوس کرتے ہیں کہ امارت کی ضروریات ماضی کی نسبت بڑھ رہی ہیں۔

دوسری طرف امارت اسلامیہ افغانستان میں تقریباً ایک منظم حکومتی تشکیلات جاری رکھے ہوئے ہے۔ بڑے شہروں اور مراکز کے علاوہ افغانستان کے تقریباً 75 فیصد حصے پر مجاہدین حاکم ہیں۔ اس میں جتنے بھی سرکاری ٹیکسز ہیں، وہ امارت وصول کرتی ہے۔ اس بجٹ نے عوام کو امن اور بہترین عدالتی نظام کی فراہمی یقینی بنائی ہے۔ چوروں، ڈاکوؤں اور رشوت و کرپشن کا راستہ روکا ہے۔ اسی لیے عوام بھی اپنے ٹیکسز امارت کو ادا کرنے پر تیار ہیں۔ مثال کے طور پر موبائل سسٹم، بجلی، ٹرانسپورٹ، معدنیات، تجارت، زراعت، لائیو اسٹاک اور اس طرح کے دیگر ذرائع ہیں، امارت اسلامیہ کو جن کے ٹیکسز لینے کا شرعی اور قانونی جواز حاصل ہے۔ مجاہدین ان تمام ٹیکسز کے ذریعے عوام کو متعلقہ ضروری سہولیات فراہم کرتے ہیں۔ یہ مسئلہ ماضی کی طرح 2016 میں بھی کم ہونے کے بجائے مزید وسیع ہوگیا۔ مجاہدین ذرائع کے مطابق گزشتہ سال صرف سنگ مرمر، رخام، کرومائیٹ، کوئلہ جیسی معدنیات سے مجاہدین نے تقریباً 220 ملین افغان کرنسی حاصل کی ہے۔ حالانکہ مجاہدین کا کہنا ہے کہ قانونی ٹیکس کی شکل میں یہ لوگ بہت کم رقم لیتے ہیں، جس کے بدلے مجاہدین سکیورٹی اور دیگر سہولیات فراہم کرتے ہیں۔

اسی طرح جن ذرائع کا ذکر کیا جا گیا ہے، ان سے بھی آمدنی حاصل کی جاتی ہے۔ یہ امارت کے لیے بہت بڑا ذریعہ آمدن اس لیے ہے کہ اوّل تو امارت کے نظام میں چوری اور گھپلا بالکل نہیں ہے۔ دوسری بات یہ کہ کابل انتظامیہ کے حکام کی طرح انہیں پُر تکلف اور پُر آسائش زندگی کی عادت نہیں ہے۔

کابل انتظامیہ نے گزشتہ دنوں کئی ٹریلین ڈالر امریکا اور نیٹو سے لیے، مگر اس میں سے غریب شہریوں کو کچھ نہیں ملا۔ یہ سب رقم صرف کرپٹ اور فسادی حکام کے مفادات کے تحفظ کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔

دشمن کی نظریاتی جنگ بھی ناکام ہے

مطیع اللہ زاہد

امریکا اور مغربی قوتوں نے افغانوں پر ایک طرف بم بارود کی بارش کر رکھی ہے تو دوسری طرف اسلامی عقائد، افغان ثقافت، تہذیب و تمدن، اخلاق اور طرز زندگی ختم کرنے کے لیے عسکری جنگ کے علاوہ نظریاتی محاذ بھی گرم کر رکھا ہے۔ تاکہ مسلمان اپنی مخصوص پہچان سے محروم ہو کر مغرب کی اندھی تقلید پر مجبور ہو جائیں۔ جس کا نقصان یہ ہوگا کہ اُن کے دماغ میں امریکا کے ساتھ زور آزمائی کے خیالات نہیں پیدا ہو سکیں گے۔ مغرب نے اپنے اس خواب کی تعبیر حاصل کرنے لیے لاکھوں ڈالر میڈیا پر خرچ کیے ہیں۔ مختلف ویب سائٹس، ٹی وی اسٹیشن اور درجنوں ایف ایم ریڈیو چینل کھڑے کیے ہیں۔ ایسے علاقوں میں بھی انٹرنیٹ کی رسائی ممکن بنادی ہے، جہاں کے باشندے ایک ایک بوند پانی کو ترستے ہیں۔ انٹرنیٹ سے متعلق وسائل اتنی کم قیمت پر مہیا کر دیے ہیں کہ دو وقت کے چند لقموں کو ترسنے والے کو بھی انٹرنیٹ روٹی سے سستا ملتا ہے۔

جمہوریت کے اسلام سے متصادم اصولوں کی بنیاد پر ٹی وی نشریات میں نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو ڈالر کے لالچ میں پاگل بنا رکھا ہے۔ اب تو ٹی وی نشریات میں ایسی ایسی اداکاری کرائی جاتی ہے، جس کی مثال افغانستان کی تاریخ میں ملنا مشکل ہے۔ اسی وجہ سے اسکولوں اور یونیورسٹیوں میں ایسے پروگراموں کا انعقاد کیا جاتا ہے، جن میں لڑکوں اور لڑکیوں کو من چاہی زندگی گزارنے اور ہر قسم کی بے ہودہ گوئی کی آزادی ہے۔ پچھلے دنوں کابل یونیورسٹی کے ایک پروگرام کی ایک ویڈیو دیکھی، جس میں اسٹیج پر لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے مخلوط مشاعرے کا اہتمام کیا گیا تھا۔ لڑکا اور لڑکی ایک دوسرے کو اشعار میں جواب دیتے ہیں۔ اسی مشاعرے میں ایک لڑکے نے کچھ اشعار پڑھے، جن کا ترجمہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے:

’اگر بزرگوں کے کہنے پر نہ دی گئی تو مجبوراً جوانوں کا جرگہ بھیج دوں گا‘

جس پر لڑکی جوابی شعر کہا، جس کا ترجمہ بھی دیکھنے لائق ہے:

’باپ کو کئی بار کہا کہ مجھے آپ کے حوالے کر دے، اگر وہ نہ مانے تو میں اپنی رضامندی سے آپ کے ساتھ بھاگ جاؤں گی۔

مغرب کی کوشش رہتی ہے کہ اس طرز کے پروگراموں کے ذریعے ہماری اسلامی روایات کا جنازہ نکال کر ناجائز اور فحش ماحول پیدا کر سکے۔ عورتوں کو گھروں سے بھگانے کا رویہ پیدا کیا جا سکے۔ یہاں جرائم کی اُن خون آشام روایات کو بھی فروغ دیا جائے، جن کی وجہ سے یہاں کی اسلامی اور مشرقی تہذیب پر کاری ضرب لگے۔ انگریز غاصب نے عسکری محاذ کی طرح تہذیبی میدان کے لیے بھی ضمیر فروشوں کا انتخاب کیا ہوا ہے۔ ان کے لیے بڑی تنخواہیں مقرر کی ہیں۔ صحافت کے نام پر ہر قسم کا استثنا دے رکھا ہے۔ اب ایسے لوگ نشریات کے رُوپ میں افغانوں کے طرزِ زندگی پر سوالات اٹھا کر خدائی احکامات کا تمسخر اڑاتے ہیں۔ فحش خبریں نشر کر کے معاشرے کو بے حیا بنایا جا رہا ہے۔ جس طرح صلیبی غاصبوں کے خلاف عسکری محاذ پر گنتی کے چند جوانوں نے اپنے رب پر توکل کر کے نہایت تھوڑے اور ناکافی وسائل کی بنیاد پر مسلح جہاد کا آغاز کیا تو اللہ تعالی نے خصوصی مدد و نصرت فرمائی۔ تھوڑے ہی عرصے میں فتوحات کا ایسا سلسلہ شروع ہوا، جسے دیکھ کر دشمن بھی انگشت بدنداں ہو گیا ہے۔ اسی طرح صلیبی غاصبوں کے آگے چند بے سروسامان جوانوں نے کمر کس لی ہے، جنہوں نے ٹیکنالوجی کی تعلیم کسی یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کی ہے اور نہ ہی مخصوص کورسز کیے ہیں، لیکن وہ موجود ناکافی وسائل کے ساتھ کفریہ نشریات کے آگے بند باندھے ہوئے ہیں۔ کفر کو اُنہی کے وسائل میں ایسے جکڑ دیا ہے کہ وہ حیران و پریشان ہے کہ ہمارا کس مخلوق کے ساتھ ٹاکرا ہو گیا ہے!

انگریز کی کوشش رہتی ہے کہ جدید وسائل کے ذریعے مسلمانوں کے ذہنوں کو پراگندہ کر دیا جائے۔ حالانکہ مسلمانوں کے پاس کوئی ریڈیو ہے اور نہ ہی کوئی ٹی وی چینل ہے، لیکن پھر بھی دشمن مجبور ہے کہ وہ عسکری محاذ کی طرح تہذیبی محاذ پر بھی اپنی شکست کا اعتراف کرے۔ وہ کئی بار کہہ چکا ہے کہ ہم میڈیا کے میدان میں بھی شکست کھا چکے ہیں۔ دشمن نے یہاں بھی چند ضمیر فروشوں کو ڈالر کے لالچ میں گرفتار کر کے ان سے جھوٹی رپورٹس چھپوائیں، لیکن ان کی یہ سازش بھی خواہش ہی رہے گی اور افغانیوں کو گمراہ کرنے کے ارمان قبر تک تشنہ ہی جائیں گے۔ اگرچہ نظریاتی میدان میں دشمن نے اپنی شکست کا اعتراف کیا ہے، لیکن ان کی یہ خواہش کہ افغانوں کا ذہن اور اُن کی فکر مغربی ڈھانچے پر ڈھال دی جائے، خواہش پوری نہ ہو سکی۔ دشمن نے عقیدے کو بگاڑنے کے لیے ایسی زہر افشانی کی ہے، جسے ختم کرنا چند لوگوں کا کام نہیں ہے، بلکہ اس کے لیے ہر مسلمان کو بساط بھر کوشش کرنا ہو گی۔

امریکی غلاموں کی عبرت انگیز اوقات

خبیر احمد

امریکا کے 45ویں صدر کی حیثیت سے ڈونلڈ ٹرمپ کی تقریب حلف برداری میں تقریباً اکثر ممالک کے نمائندوں کو دعوت دی گئی تھی، لیکن یہ تقریب کابل کے چاپلوس صاحبان اقتدار اور کٹھ پتلی انتظامیہ کے لیے مایوسیوں اور ناامیدوں کا پیغام لائی ہے۔ اشرف غنی کو مکمل امید تھی کہ انہیں پروگرام میں شرکت کی دعوت دی جائے گی، لیکن اے بسا آرزو کہ خاک شد! امریکا نے افغانستان میں 15 سال سے زیادہ خونی اور بے نتیجہ جنگ پر دو ٹریلین ڈالر خرچ کر دیے ہیں۔ 50 ہزار کے لگ بھگ فوجی معذور اور مارے گئے ہیں۔ اس کے باوجود کابل انتظامیہ کے ساتھ امن معاہدہ ان نکات کی بنیاد پر کیا گیا کہ نیٹو کے علاوہ کابل انتظامیہ ایک بہترین دوست ہے۔ اس دوستی کے زعم میں مبتلا کابل انتظامیہ ہر پہلو سے پر امید تھی کہ ٹرمپ کی تقریب حلف برداری میں وہ تمام نمائندوں اور مندوبین سے ممتاز ہوں گے۔ وہ پوری آب و تاب کے ساتھ شریک ہوں گے۔ کیوں کہ یہی کابل انتظامیہ دیگر ممالک کی نسبت سب سے زیادہ امریکی غلامی کا دم بھرتی ہے۔

ٹرمپ نے ان تمام امکانات کو کوئی اہمیت نہیں دی ہے۔ کابل انتظامیہ کو غیر ضروری عنصر کے طور پر نظر انداز کیا گیا۔ تقریب حلف برداری کے بعد بھی ٹرمپ نے ایک اور اقدام کے ذریعے نام نہاد انتظامیہ کے منہ پر ایک زوردار تھپڑ رسید کیا ہے۔ ٹرمپ نے تقریباً بیس منٹ تک افغانستان میں تعینات اپنی فوج کے ساتھ فون پر گفتگو کی، لیکن کابل کی کٹھ پتلی انتظامیہ کو ایک بار پھر یاد نہ رکھا اور ایک منٹ بھی اشرف غنی سے بات کرنا گوارا نہ کیا۔

حد تو یہ ہے کہ مسٹر ٹرمپ افغان اداروں کے ساتھ تکبر، تمسخر اور استہزا کا رویہ علی الاعلان روا رکھے ہوئے ہیں، جو اس بات کا بین ثبوت ہے کہ ان کی پالیسیوں میں مستقبل میں افغانستان کی خوش حالی و ترقی کی کتنی جگہ ہے؟

☆ ☆ ☆

برطانوی وزیراعظم کا اعترافِ شکست

لطیف عزم

کابل انتظامیہ اپنے آقاؤں کی جانب سے پہلی مرتبہ مایوسی و ناامیدی کی خبریں سن رہی ہے۔ اوباما نے وائٹ ہاؤس سے جاتے ہوئے امارت اسلامیہ کی ایمانی قوت کے سامنے سر تسلیم خم کر کے یہ اعتراف کر لیا کہ ڈیڑھ دہائی بعد بھی امریکا بھرپور وسائل کے استعمال کے باوجود مجاہدین کو شکست دے سکا اور نہ ہی انہیں اپنے مؤقف سے پیچھے ہٹایا جا سکا۔ امریکا کے نومنتخب صدر مسٹر ٹرمپ نے تقریب حلف برداری میں کہا: 'امریکا دیگر ممالک کی سرحدات کے بجائے اپنی سرحدوں کی حفاظت کو یقینی بنائے گا۔' جس کا واضح اشارہ افغانستان اور عراق جنگ کی طرف تھا۔ اب برطانیہ کے وزیراعظم نے بھی کہا ہے کہ اب وہ وقت نہیں رہا کہ جمہوریت کے تحفظ کے بہانے دیگر ممالک کی خودمختاری پر غاصبانہ وار کیا جائے۔ اور عراق و افغانستان جیسی ناکام جنگیں لڑی جائیں۔

انہوں نے ڈیلی اسٹار کے ساتھ گفتگو کے دوران کہا: 'افغانستان اور عراق جنگ ہر قیمت پر ختم ہونی چاہییں۔ ان کے مایوس کن نتائج سے عبرت حاصل کرنی چاہیے، جو مذکورہ ممالک کے ساتھ جنگوں میں بطور تجربہ حاصل ہوئی ہے۔' امریکا اور برطانیہ وہ ممالک ہیں، جو 2001 میں افغانستان پر غاصبانہ حملے میں پیش پیش تھے۔ نیٹو میں شریک دیگر ممالک کی نسبت زیادہ تعداد میں فوج اِنہیں نے بھیجی تھی۔ اسی طرح برطانیہ ان ممالک میں سے ہے، جس نے امریکا کے بعد گزشتہ 16 سالوں میں 30 ہزار ملین پونڈ افغانستان کی بے نتیجہ جنگ میں پھونک دیے ہیں۔ مزید یہ کہ ان کے تین ہزار فوجی زخمی اور مارے گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی خصوصی نصرت اور قربانی کے جذبے سے مالامال افغان قوم کی لازوال شہادتوں کی بدولت نہایت تکبر اور گھمنڈ کے ساتھ افغانستان کو فتح کرنے کی نیت سے آئے ہوئے امریکا اور برطانیہ تاریخی شکست سے دوچار ہوئے ہیں۔ بالآخر دونوں نے یہ حقیقت تسلیم کر ہی لی کہ افغانستان اور امارت اسلامیہ ناقابل تسخیر ہے۔ ایک مبصر کی حیثیت سے افغانستان سے متعلق برطانوی وزیر اعظم کا اعتراف دوسرے جنگجو ممالک کے لیے کافی ہے۔ وہ سمجھ گئے ہیں کہ افغان جنگ ختم ہونی چاہیے۔ یہ حقیقت عیاں ہے کہ افغانوں نے چوتھی مرتبہ انگریز کو شکست فاش دی ہے۔ ان شاء اللہ وہ کبھی بھی امارت اسلامیہ کو شکست نہیں دے سکیں گے۔

آزادی اور بی بی سی ریڈیو جھوٹے ہیں!

موسیٰ فرہاد

امریکی قیادت میں نیٹو جنگی طیاروں اور ٹینکوں کی بیساکھی پر کھڑی کابل جمہوری انتظامیہ کی خدمت میں مصروف ہے، تاکہ یلغار کرنے والوں کی کوششیں رائیگاں نہ جائے۔ اس سلسلے میں سب سے اہم کردار بی بی سی، آزادی اور وائس آف امریکا کا ہے۔ یہ تینوں ریڈیو اسٹیشنز اور ان سے منسلک ادارے امریکا اور برطانیہ کی طرف سے اسی مقصد کے لیے قائم ہیں۔ جب سوویت یونین نے افغانستان پر حملہ کیا تو برطانیہ نے 1982 میں اس کے خلاف بی بی سی ریڈیو سے پشتو اور فارسی نشریات کا آغاز کیا۔ اسی سال واشنگٹن میں 'VOA' نے بھی اسی مقصد کے لیے پشتو اور فارسی میں نشریات کا آغاز کیا۔ جب 2001 میں امریکا اور نیٹو نے افغانستان پر فوج کشی کی تو مغرب نے اپنی یلغار کو جواز فراہم کرنے اور کامیابی حاصل کرنے کے لیے ان ریڈیوز کو مزید ترقی دی۔ ان کی نشریات میں کئی گھنٹوں کا اضافہ کیا گیا۔ اس کے علاوہ 1967 میں سی آئی اے کی طرف سے قائم کیے گئے 'آزادی اور یورپ' ریڈیو اسٹیشنز مختلف زبانوں میں مشرقی کمیونزم کے خلاف اور مغربی جمہوریت کی کامیابی کے لیے نشریات کر رہے تھے۔ جب کہ آزادی ریڈیو کے نام سے پشتو اور فارسی زبانوں میں 12 گھنٹے کی نشریات جاری ہیں، جس کا مرکزی اسٹوڈیو چیک کے دارالحکومت پراگ میں ہے۔

فرق:

سوویت یونین حملے کے دوران بھی اسی میڈیا کو استعمال کیا جاتا تھا۔ اب امریکی یلغار کے دوران بھی یہی میڈیا استعمال ہو رہا ہے۔ ان کے درمیان فرق کیا ہے؟ ظاہر بات ہے کہ ان ذرائع ابلاغ نے سوویت یونین حملے کے خلاف ایک مضبوط اور مؤثر پروپیگنڈا کیا، تاکہ روسی حملے کو غیر قانونی قرار دے کر اُسے شکست دی جا سکے۔ اب امریکی یلغار کو جواز دینے کے لیے پروپیگنڈا کیا جاتا ہے۔ بظاہر یہ کہا جاتا ہے کہ امریکا افغان عوام کے مفاد کے لیے افغانستان پر حملہ آور ہوا ہے، جب کہ سوویت یونین کا حملہ افغانوں کے لیے نقصان دِہ تھا۔ روس کے مقابلے میں افغان عوام کی مزاحمت 'جہاد' تھی۔ امریکا کے خلاف افغان عوام کی مزاحمت دہشت گردی ہے۔ اب اس طرح باور کرایا جارہا ہے کہ امریکی چھتری تلے رہنے والے لوگ آزادی کی نعمت سے بہرہ مند ہیں۔ اگر امریکی افواج افغانستان سے انخلا کر گئی تو افغان عوام کی آزادی کو سنگین خطرات لاحق ہوں گے۔

صحافی:

ان ریڈیو اسٹیشنز کے مالک اور سربراہ اپنی پالیسیوں میں بتدیلی لانے کے لیے مجبور ہیں کہ وہ مغرب نواز صحافی تلاش کریں۔ کیوں کہ ذہنی ہم آہنگی سے جو کام ہوتا ہے، وہ بھاری معاوضے سے ممکن نہیں ہوتا۔ جس وقت سوویت یونین نے افغانستان پر حملہ کیا تھا، تب بی بی سی، وائس آف امریکا اور آزادی ریڈیو سے وابستہ صحافیوں اور امریکی یلغار کے وقت ان ریڈیو اسٹیشنز سے وابستہ صحافیوں میں نمایاں فرق ہے۔ اس وقت اگرچہ مغربی ریڈیو پروپیگنڈا مہم بظاہر افغانوں کی آزادی کی حمایت تھی، لیکن درحقیقت ان کا کردار متضاد تھا۔ تاہم اس وقت بیشتر صحافی افغانی تھے۔ اکثر صحافی افغانستان کی آزادی کا جذبہ رکھتے تھے۔ اگرچہ انہوں نے صحافتی پیشہ روزگار کے لیے اختیار کیا تھا، تاہم وہ اپنی سرزمین کی خودمختاری کا جذبہ بھی رکھتے تھے۔

امریکی حملے کے بعد سب کچھ اُلٹ گیا۔ ان ریڈیوز کی پالیسی میں شدید تبدیلی دیکھنے کو ملی ہے۔ فوری طور پر پرانے نامہ نگار تبدیل کر دیے گئے۔ پہلے بی بی سی یا وائس آف امریکا میں ایسے صحافی خدمات انجام دے رہے تھے، جن کی تعلیمی قابلیت یونیورسٹی کے پروفیسروں کے مساوی تھی۔ اب اکثر افراد ایسے ہیں، جو کسی اکیڈمی میں چندماہ کورس پڑھ کر خود کو صحافی کہتے ہیں۔ ان کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ غیر ملکی حملہ آوروں کے احکام اور منصوبوں کی تکمیل کے لیے تمام صحافتی اصولوں کو پیچ کر کھا گئے ہیں۔

افغانستان کے معروف شاعر 'صدیق پسرلی' کے بیٹے 'ایمل پسرلی' کی تعلیمی قابلیت اسکول کے ایک طالب علم کے برابر بھی نہیں ہے، لیکن وہ شارٹ کورسز پڑھ کر افغانستان میں بی بی سی پشتو سیکشن کے انچارج ہیں۔ یہ صرف اس لیے کہ وہ

نظریاتی لحاظ سے امریکی یلغار کی حمایت کرتے ہیں۔ مغربی تہذیب کے ساتھ وہ ذہنی ہم آہنگی رکھتے ہیں۔ مغرب بی بی سی کے توسط سے جو کچھ نشر کرنا چاہتا ہے، ایمل پسرلی اور ان کے ہم فکر ساتھی مغرب سے چند قدم آگے جا کر پروپیگنڈا خدمت انجام دیتے ہیں۔

اسی طرح آزادی ریڈیو میں صدیق پسرلی کے دیگر دو بیٹے عصمت ساروان اور اجمل پسرلی "احمد شبیر" نام سے آزادی ریڈیو کے نامہ نگار ہیں۔ یہ بھی مغرب کے ساتھ مکمل ذہنی ہم آہنگی رکھتے ہیں۔ صرف ذہنی مطابقت کی وجہ سے ایسے بہت سے ناخواندہ یا کم تعلیم یافتہ نوجوان مغرب نواز ریڈیو میں بیورو چیف جیسے اہم عہدوں پر کام کر رہے ہیں۔ جن لوگوں کی پیشہ وارانہ صحافتی قابلیت مکمل ہے، وہ استعمار کے ساتھ کوآرڈینیشن کمزور ہونے کی وجہ سے ریڈیو سے نکال دیے گئے۔ کیوں کہ امریکی یلغار کے لیے صدیق پسرلی جیسے خاندانوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو ہر قسم کی قومی، اسلامی اور آزادی کی اقدار کے تحفظ کا جذبہ نہیں رکھتے ہیں۔ ان کے لیے ڈالر اور مغربی تہذیب ہی عزیز ہیں۔ یہ لوگ نظریاتی جذبات کے ساتھ مغرب کی چاکری میں مشغول ہیں۔ اسی لیے آج افغانستان میں بی بی سی، وائس آف امریکا اور آزادی ریڈیو کی ساکھ بہت مشکوک ہے۔ ان کی ماضی والی حیثیت باقی نہیں رہی۔ آزادی ریڈیو صحافتی اصولوں کی پاس داری کا دعویدار ہے، لیکن اب اس ادارے کو معلوم ہی نہیں کہ 'صحافتی اصول' کس چڑیا کا نام ہے۔

یہ بات مسلم ہے کہ ان اداروں میں صحافیوں کے انفرادی خیالات کا عمل دخل کم ہے، کیوں کہ پالیسی حکومت کی جانب سے تشکیل دی جاتی ہے۔ البتہ اس حقیقت سے صرفِ نظر نہیں کیا جا سکتا کہ ہر صحافی، خصوصاً ٹاک شوز کے میزبان، بیورو چیف اور اینکر پرسنز کا کردار اہم ہے۔ وہ اپنے نظریے کے تحت بہت مہارت سے وہ کچھ شایع کرتے رہتے ہیں، جو ان کی سوچ اور نظریے کے مطابق ہے۔

پسرلی خاندان کے نظریات:

عصمت ساروان ماضی میں ریڈیو تہران پشتو میں خدمات سرانجام دے رہے تھے۔ جب وہ امریکی قبضے کی بدولت آزادی ریڈیو میں سینئر صحافی مقرر ہوئے تو دوسرے بھائی اجمل پسرلی بھی ان کے ساتھ تھے۔ وہ آزادی ریڈیو میں امریکی یلغار کی حمایت اور عوامی مزاحمت کے خلاف پروپیگنڈا کرتے ہیں۔ یک طرفہ رپورٹیں، انٹرویوز کا سہارا لیتے ہیں۔ اگرچہ یہ سب ریڈیو آزادی کی پالیسی بھی ہے، لیکن پسرلی صاحبان کا کردار نمایاں ہے۔ عصمت ساروان آزادی ریڈیو کے نامہ نگار ہونے کے علاوہ 'تاند' نامی ویب سائٹ بھی چلاتے ہیں، جس کے ذریعے وہ دو طریقوں سے بھاری رقم وصول کر رہے ہیں۔ وہ دن رات جہاد اور عوامی مزاحمت کے خلاف ایک نظریے کے تحت بے بنیاد رپورٹیں شایع کر رہے ہیں۔ اُن کی کوشش ہے کہ کوئی ایسی رپورٹ شائع نہ ہو جائے، جس میں مجاہدین کے مثبت کام کی تعریف اور حکومت پر تنقید ہو۔ ایسی زرد صحافت قانوناً جرم ہے۔

دو مثالیں:

1۔ امارت اسلامیہ کے ترجمان قاری یوسف احمدی نے ایک بار بتایا کہ 'قندھار کے مقامی صحافی 'میرویس افغان' نے ایک جھڑپ کے حوالے سے میرا مؤقف معلوم کر کے اس پر رپورٹ مرتب کی، جس میں اُجرتی فوج کو نقصان پہنچا تھا۔ یہ رپورٹ بہت تاخیر سے شایع ہوئی، جس کا حلیہ ہی بگاڑ دیا گیا تھا۔ مَیں نے میرویس افغان سے رابطہ کر کے اس بگاڑ کا سبب پوچھا۔ اس نے بتایا کہ ایمل پسرلی نے اس کی اشاعت کی اجازت نہیں دی، جس پر مَیں نے احتجاج کیا کہ مَیں ایک یک طرفہ رپورٹ مرتب کروں گا تو پھر عوام مجھ پر اعتماد نہیں کریں گے۔ جس سے میرے لیے مسائل پیدا ہوں گے۔ بالآخر ایمل پسرلی نے اس شرط پر اجازت دی کہ اس سے مجاہدین کا دعویٰ نکال دو اور اس کا حلیہ بگاڑ کر شایع کرو۔'

قاری محمد یوسف نے بتایا کہ مجھے میرویس افغان نے ایمل پسرلی کا رابطہ نمبر دیا اور بتایا کہ آپ خود اس سے بات کریں۔ جب مَیں نے ایمل پسرلی کو کال کی اور اپنا تعارف کروایا تو اس نے فوری طور کہا کہ 'جی ہم آپ کی کیا خدمت کر سکتے ہیں؟' مَیں نے اس رپورٹ کا ذکر کیا کہ یہ تو بی بی سی کے قوانین اور صحافتی اصولوں کی خلاف ورزی ہے۔ رپورٹ کو مسخ کیا گیا ہے۔ جس پر اس نے کہا "اچھا! دہشت گرد بھی ہمیں اصولوں کی تعلیم دیتے ہیں؟ آئندہ مجھے کال نہ کریں" اور فوراً فون بند کر دیا۔

2 - امارت اسلامیہ کے ترجمان ذبیح اللہ مجاہد نے بتایا کہ 'ایک دفعہ چند آزادی ریڈیو میں کوئی مفصل رپورٹ شایع ہوئی، جس میں دعویٰ کیا گیا کہ "مجاہدین کے درمیان مالی وسائل کی تقسیم کے حوالے سے اختلافات شدت اختیار کر گئے ہیں۔ ہم نے مجاہدین کے ترجمان سے رابطے کی کوشش کی، لیکن کامیاب نہیں ہوئے۔" مجاہد صاحب نے بتایا کہ ریڈیو کی رپورٹ سراسر جھوٹ پر مبنی تھی۔ مَیں نے فوری

طور پروگرام کے دوران ہی کابل اسٹوڈیو اور پھر پراگ میں موجود مرکزی دفتر سے رابطہ کیا، جب فون اٹھایا گیا تو مَیں نے اپنا تعارف کروایا۔ جس پر انہوں نے فوراً فون بند کر دیا۔ مَیں نے کئی بار اس طرح کوشش کی، لیکن انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ مجاہد صاحب نے بتایا مَیں اُن سے پوچھنا چاہتا تھا کہ غلط اور بے بنیاد رپورٹ کیوں شایع کرتے ہو، جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ جھوٹ بھی بولتے ہو کہ ہم نے امارت کے ترجمان کے ساتھ رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی، لیکن کامیاب نہیں ہوئے۔

تاند ویب سائٹ:

صدیق پسرلی کے بیٹوں کے پروپیگنڈے کا کردار صرف آزادی اور بی بی سی ریڈیو تک محدود نہیں، بلکہ تاند نامی سائٹ کے مالک عصمت ساروان پروپیگنڈہ صفت مضامین کے لیے مجید قرار، سقیم شاہ، قانی، حلیم شیم زئی، وہاج، غفور فیروز وغیرہ جیسے سیکولر اور لادین لکھاریوں کو اپنا پلیٹ فارم مہیا کر کے قومی، اسلامی اور اخلاقی اقدار کی دھجیاں اُڑا رہے ہیں۔ یہ افراد کمیونسٹ حنیف اتمر کی ویب سائٹ 'سرخ' میں بھی بھاری معاوضے کے بدلے خدمات انجام دے رہے ہیں۔ تاند ویب سائٹ میں کام کرنے والے تمام افراد امارت اسلامیہ کے ساتھ نظریاتی اور سیاسی مخالفت رکھتے ہیں۔ ان کے خلاف پروپیگنڈا کرتے ہیں۔ امریکی یلغار اور کابل انتظامیہ کا بھرپور دفاع کر رہے ہیں۔ اشرف غنی کے مخالفین کو بدنام کرتے ہیں۔ اسی لیے وہ دوئم صدر ڈاکٹر عبداللہ کے بھی مخالف ہیں۔ اشرف غنی پر اعتراض کرنے والے پارلیمنٹ ارکان کو بھی بدنام کیا جاتا ہے۔ اب دوستم اور اشرف غنی کے اختلافات شدت اختیار کر گئے ہیں۔ اب تک انہیں نائب صدر کہا جاتا تھا، لیکن اشرف غنی کی مخالفت کے بعد وہ مجرم کہے جا رہے ہیں۔ جب کہ دوستم پہلے شمالی صوبوں میں پشتون عوام کے قتل عام میں ملوث تھے۔ کسی نے اُنہیں بُرا نہیں کہا۔ چوں کہ اب اشرف غنی دوستم سے ناراض ہیں اور دوسری طرف امریکا اور دوستم کے تعلقات بھی خراب ہیں، اس وجہ سے دوستم تاند کی نظر میں ایک مجرم شخص ہیں۔

بہر حال یہ ایک ویب سائٹ ہے۔ اس کی اتنی اہمیت ہے اور نہ ہی لوگ اس سے واقفیت ہیں۔ 40 کافر اتحادی ممالک کی فوج اور سیکڑوں چینلز و دیگر ذرائع ابلاغ کے پروپیگنڈے امارت اسلامیہ کی مزاحمت پر کوئی منفی اثر نہیں ڈال سکے تو خاندانِ پسرلی کی ایک غیر معروف ویب سائٹ کیا کر پائے گی۔ ہونا یہ چاہیے کہ آزادی اور بی بی سی ریڈیو اسٹیشنز کی پالیسی کو ایسے افراد کے ذاتی تعصب کی بھینٹ نہ چڑھایا جائے، جو صحافتی اصولوں کے خلاف پسند و ناپسند کے ذاتی مفاد کے پیروکار ہیں۔ کیوں کہ اس طرح ان اداروں کی حیثیت کو مزید نقصان ہو گا۔ ایک وقت تھا کہ بی بی سی افغان عوام میں ایک مقبول ریڈیو چینل تھا، لیکن اب غلط پالیسیوں کی وجہ سے اپنی اہمیت اور حیثیت داغدار کر چکا ہے۔ ایمل پسرلی جیسے افراد کی وجہ سے اس کی حیثیت پر مزید منفی اثرات مرتب ہو رہے ہیں، جس سے اس ادارے کی افادیت و اہمیت بالکل ختم ہو سکتی ہے۔

یہ صرف بی بی سی اور آزادی ریڈیو پر منحصر نہیں ہے، بلکہ اس طرح کئی صحافتی ادارے چند افراد کی وجہ سے اپنی حیثیت پر منفی اثرات مرتب کروا کر عوام میں اپنی حیثیت کھو چکے ہیں۔ یہ حقیقت خود صحافیوں اور نامہ نگاروں کو بھی معلوم ہے۔ ایک افغان صحافی محمد کمال افغان 'جھوٹا میڈیا' کے عنوان سے اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

'مَیں ایک افغان صحافی ہوں۔ ہم 24 گھنٹے کوشش کرتے ہیں۔ بھاگ دوڑ کرتے ہیں۔ ذہنی اور جسمانی دباؤ کا شکار رہے ہیں۔ مالی اخراجات بھی برداشت کرتے ہیں۔ ہماری اس تمام محنت کا ثمر لوگ ہمیں 'جھوٹے صحافی' اور 'جھوٹا میڈیا' کہہ کر دیتے ہیں۔ یہاں تک زیادہ تر لوگ میڈیا سے بات چیت کرنے کے لیے بھی تیار نہیں ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم میڈیا کے ساتھ بات چیت میں جو کچھ کہتے ہیں، وہ اس میں رد و بدل کر کے اپنے مذموم اہداف کے مطابق رپورٹ شاع کرتا ہے۔ کبھی کبھی وہ ہمیں براہ راست کہتے ہیں کہ تم جھوٹے صحافی ہو۔ ان تمام تر کوششوں کے باجود معاشرے میں ہمارا وہ مقام نہیں رہا، جو ایک معزز شخص کا ہوتا ہے۔ ایک کہاوت ہے: 'ہندو تھک گیا اور بھگوان بھی ناراض ہے۔'

مَیں ان کی باتوں سے اتفاق کرتا ہوں۔ ان کے خدشات اور شکوے بجا ہیں، لیکن اس کا یہ مطلب بھی ہر گز نہیں ہے کہ تمام صحافی جھوٹے ہیں۔ تمام ذرائع ابلاغ جھوٹی خبریں شایع کرتے ہیں۔ سب کو ایک لاٹھی سے ہانکنا بھی انصاف نہیں ہے۔ ایک ہاتھ کی پانچ انگلیاں برابر نہیں ہیں۔

☆ ☆ ☆

ڈونلڈ ٹرمپ کی ممکنہ پالیسی اور اثرات؟

سیف العادل احرار

امریکی قانون کے مطابق امریکا کے صدارتی الیکشن 2 نومبر سے 8 نومبر کے درمیان ہونا لازمی ہیں۔ امریکا کے حالیہ انتخابات کے سلسلے میں عام طور پر تجزیہ کیا جا رہا تھا کہ ہیلری کلنٹن سیاسی بصیرت اور تجربہ کے لحاظ سے موزوں امیدوار ہیں۔ ان کی کامیابی کے امکانات بظاہر زیادہ تھے۔ انتخابی مہم کے دوران ٹرمپ کے متنازع بیانات اور مسلمانوں کے خلاف سخت گیر پالیسی سے دنیا بھر کے عوام، بالخصوص مسلمانوں میں سخت تشویش پائی جا رہی تھی۔ لیکن حیرت انگیز طور پر ٹرمپ کامیاب ہو کر امریکا کے صدر بن گئے۔ اُنہیں اپنی ٹیم اور پالیسی وضع کرنے کے لیے ڈھائی ماہ کا وقت دیا گیا ہے۔

ٹرمپ کے حلف برداری کے موقع پر کیے ہوئے خطاب سے واضح ہوتا ہے کہ متنازع بیانات کا 'حربہ' محض انتخابات میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے تھا۔ طویل انتخابی مہم کے دوران ٹرمپ کے تارکین وطن، خواتین، مسلمانوں اور اوباما کے صحت کی دیکھ بھال کے قانون کے خلاف بیانات سے بہت لوگ برہم ہوئے تھے۔ انہوں نے تقریب حلف برداری کے موقع پر اپنے خطاب میں 'سب سے پہلے امریکا' کا نعرہ لگاتے ہوئے کہا کہ "امریکا کے مفادات عزیز ہیں۔ کسی پر اپنا نظریہ مسلط نہیں کرنا چاہتے۔ اپنے مفادات کے تحفظ کے دوران تمام ممالک کے ساتھ دوستی چاہتے ہیں۔ دوسروں کے دفاع پر امریکا کے اربوں ڈالر خرچ نہیں کیے جاسکتے۔ اسٹیبلشمنٹ نے امریکیوں کے بجائے صرف اپنا تحفظ کیا۔"

ٹرمپ کی تقریب حلف برداری سے قبل امریکا میں احتجاجی مظاہرے شروع ہوگئے۔ واشنگٹن میں انسانی حقوق کے سرگرم کارکنوں اور ہزاروں افراد نے شدید سردی اور بارش کی پرواہ کیے بغیر بڑا احتجاجی مظاہرہ کیا۔ مظاہرین نے نعرے لگائے کہ 'انصاف نہیں تو امن بھی نہیں۔' تقریب کے دن بھی امریکا سمیت کئی ملکوں میں احتجاجی مظاہرے دیکھنے میں آئے۔ واشنگٹن میدانِ جنگ بنا رہا۔ ٹرمپ کے حامیوں اور مخالفین میں جھڑپیں ہوئیں۔ جلاؤ گھیراؤ، توڑ پھوڑ، امریکی پرچم نذر آتش کیا گیا، سیکڑوں افراد کو گرفتار ہوئے اور اگلے روز امریکی خواتین نے ملین مارچ کیا، جس میں لاکھوں خواتین شریک تھیں۔ ٹرمپ نے حلف اٹھانے سے چند قبل عراق اور افغانستان پر امریکی قبضے کو بدترین غلطی قرار دیا۔ میڈیا رپورٹس کے مطابق انہوں نے برطانوی جریدے 'دی ٹائمز' کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ 'عراق اور افغانستان میں مداخلت امریکی تاریخ کا بدترین فیصلہ تھا۔ انہوں نے شام میں دہشت گردی کے خلاف روسی اقدامات پر کڑی نکتہ چینی کرتے ہوئے دعویٰ کیا کہ شام میں روسی اقدامات کے نتیجے میں انسانی بحران پیدا ہوا ہے۔ ایک حالیہ سروے کے مطابق ڈونلڈ ٹرمپ حالیہ امریکی تاریخ کے سب سے غیر مقبول نومنتخب صدر بن گئے ہیں۔ 'سی این این' اور 'او آر سی' کے مشترکہ سروے کے مطابق ٹرمپ نے حلف اٹھانے سے پہلے کے عبوری دور میں معاملات کو جس انداز سے سنبھالنے کی کوشش کی تھی، اس پر صرف 40 فیصد امریکیوں نے ان کی حمایت کی ہے۔ جب کہ واشنگٹن پوسٹ اور اے بی سی کے سروے کے مطابق ڈونلڈ ٹرمپ 4 دہائیوں میں وائٹ ہاؤس میں جانے والے غیر مقبول ترین نومنتخب صدر ہیں۔

ٹرمپ نے تقریب میں دنیا بھر سے اہم شخصیات اور مختلف ممالک کے سربراہان کو مدعو کیا تھا، لیکن حیرت انگیز طور پر افغانستان کے کٹھ پتلی صدر کو شرکت کی دعوت نہیں دی گئی۔ نام نہاد افغان صدر کو یہ یقین تھا کہ انہیں حلف برداری کی تقریب میں ضرور شرکت کی دعوت دی جائے گی۔ کیوں کہ وہ امریکا کے اہم اتحادی ہیں۔ امریکا اور افغانستان کے درمیان سکیورٹی معاہدہ بھی قائم ہے۔ اشرف غنی امریکا کے سچے وفادار ہیں۔ انہیں ہرگز نظرانداز نہیں کیا جانا چاہیے تھا۔ تاہم ٹرمپ نے انہیں مدعو نہ کر کے افغان عوام میں اشرف غنی اور عبداللہ عبداللہ کی حیثیت کو مزید مشکوک بنا دیا ہے۔ جان کیری نے غیر قانونی طور پر اشرف غنی کو صدر اور عبداللہ عبداللہ کو چیف ایگزیکٹو بنا کر افغان عوام پر مسلط کیا ہے۔ عوام افغان موجودہ حکومت پر اعتماد نہیں کرتے۔ اس لیے روس، ایران سمیت دیگر پڑوسی ممالک بھی افغان حکومت پر اعتماد کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ جب کہ دوسری جانب امریکی آشیرباد سے افغانستان میں داعش کو ابھارنے کے لیے

منظم انداز میں پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے۔ کابل انتظامیہ میں شامل بعض حکام کی خفیہ حمایت داعش کو حاصل ہے۔ داعش اور افغان حکومت ایک ہی سکے کے دو رُخ ہیں۔

نومنتخب امریکی صدر ٹرمپ کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ افغانستان میں مزید فوج رکھنے کے حق میں نہیں ہیں۔ کیوں کہ انہوں نے افغانستان پر حملہ سنگین غلطی قرار دیا ہے۔ علاوہ ازیں تقریب میں افغان حکام کو مدعو نہ کرنا اور اگلے روز ٹرمپ کی کابل میں موجود امریکی فوجیوں سے فون پر گفتگو ہوئی، لیکن یہاں بھی افغان حکام کو نظرانداز کرنے سے ظاہر سے ہوتا ہے ٹرمپ افغان مسئلے کو زیادہ اہم نہیں سمجھ رہے۔ چوں کہ ٹرمپ بزنس مین اور تاجر ہیں، اس لیے وہ دنیا بھر میں جنگ اور فوجی مداخلت کے بجائے امریکا کے تحفظ، سرمایہ کاری اور تجارتی سرگرمیوں کے فروغ پر توجہ دیں گے۔ انہوں نے واضح طور پر کہا کہ کسی پر اپنا نظریہ مسلط نہیں کریں گے۔ دوسروں کے دفاع پر امریکا کے اربوں ڈالر خرچ نہیں کیے جاسکتے۔ سوال یہ ہے کہ افغانستان کا مستقبل کیا ہوگا؟ افغان کٹھ پتلی حکام بھی اس حوالے سے پریشان ہیں کہ تقریب حلف برداری کی طرح مستقبل میں بھی اِنہیں نظرانداز کیا گیا تو اُن کی حکومت مزید نہیں چل سکتی۔ کیوں کہ داخلی طور پر بھی حکومتی ارکان میں رسہ کشی جاری ہے۔ کابل حکومت بدعنوانی میں دنیا بھر میں سرفہرست ہے۔ اربوں ڈالر کرپشن کی نذر ہوگئے۔

حالیہ حالات میں دنیا پر امریکی گرفت میں کمزوری نے روس کو یہ حوصلہ دیا کہ وہ آگے بڑھ کر افغانستان کے مسئلے پر عملی کردار ادا کرے۔ اس لیے 27 دسمبر 2016 کو ماسکو میں روس، چین اور پاکستان کا مشترکہ اجلاس ہوا، جس میں مطالبہ کیا گیا کہ افغان طالبان کے رہنماؤں کے نام بلیک لسٹ سے نکال دیے جائیں۔ اس اجلاس میں کابل حکومت کو شرکت کی دعوت نہیں دی گئی تھی، جس پر کابل حکام برہم ہوئے تھے۔ روس، ایران اور چین افغانستان میں موجود امریکی فوج کی موجودگی سے خطرات محسوس کر رہے ہیں۔ اس لیے بہتر ہے کہ ٹرمپ امریکی پالیسی میں تبدیلی لائیں اور افغانستان سے امریکی فوج کا مکمل انخلا یقینی بنائیں۔ اگر ٹرمپ پالیسی میں تبدیلی نہ لائے تو پڑوسی ممالک افغانستان میں مزید امریکی فوج برداشت نہیں کریں گے۔ وہ عملی طور پر امارت اسلامیہ کو فوجی اور سیاسی قوت تسلیم کر کے اعلانیہ مجاہدین کی حمایت کریں گے، جس سے امریکی افواج کے لیے مزید مشکلات پیدا ہوں گی۔ آخر خواہ مخواہ امریکا کو یہاں سے جانا پڑے گا، جس کا واضح مطلب یہ ہوگا کہ امریکا افغانستان میں شکست سے کھا گیا ہے۔ رواں سال مجاہدین کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کم از کم دس سے بارہ صوبوں پر کنٹرول حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ قندوز، اروزگان، ہلمند اور فراہ کے بعد قندھار، زابل، غزنی اور میدان وردگ پر بھی مجاہدین کنٹرول حاصل کر سکتے ہیں۔ اس پیش رفت سے ایک جانب سے عوام افغان کٹھ پتلی حکومت پر مفاہمت کے لیے دباو بڑھائیں گے اور دوسری جانب امریکا اور خطے کے ممالک کابل انتظامیہ پر عدم اعتماد اور اندرونی اختلافات کی وجہ سے یہ بدعنوان حکومت زیادہ دیر نہیں چل سکتی۔ جس سے امریکی فوج کے یہاں رہنے کے امکانات مزید کم ہو جائیں گے۔ لہٰذا ضروری ہے ٹرمپ اپنی پالیسی پر نظر ثانی کریں اور دنیا کو امن کا گہوارہ بنانے کے لیے دوسرے ممالک میں مداخلت کی پالیسی ترک کریں۔

امارت اسلامیہ افغانستان نے نومنتخب امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کے نام پیغام جاری کرتے ہوئے خبردار کیا ہے کہ وہ سابق صدر جارج بش اور اوباما کی پالیسی اپنانے سے گریز کریں۔

امارت کے ترجمان نے اپنے پیغام میں کہا ہے ’اگر ٹرمپ بھی سابق امریکی صدر جارج بش اور بارک اوباما کی پالیسی پر عمل پیرا رہیں گے تو افغانستان میں تشدد کا سلسلہ جاری رہے گا۔ انہوں نے مزید کہا کہ افغانستان میں گزشتہ سولہ برس سے امریکی سربراہی میں اتحادی افواج کی مداخلت کی وجہ سے تباہی، انسانی جانوں کا ضیاع اور اربوں ڈالرز کا نقصان ہوا ہے۔ جس سے افغان عوام میں امریکا کا منفی تأثر قائم ہوا ہے۔ اس کے خلاف نفرت میں اضافہ ہوا ہے۔

واضح رہے ٹرمپ انتظامیہ نے تاحال افغانستان کے حوالے سے پالیسی کا اعلان نہیں کیا ہے۔ جب 8 نومبر کو ڈونلڈ ٹرمپ انتخاب میں کامیاب ہوئے تو تب بھی امارت کی جانب سے بیان جاری کیا گیا تھا، جس میں ڈونلڈ ٹرمپ پر زور دیا گیا تھا کہ افغان جنگ میں ناکامی کے باعث امریکی فوج اور معیشت پر بُرے اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ جس کی وجہ سے ضروری ہے کہ افغانستان سے امریکی فوج کو واپس بلالیا جائے، لیکن اب یہ مطالبہ صرف مجاہدین کا نہیں، بلکہ افغان عوام کا متفقہ مطالبہ ہے۔ جب کہ خطے کے دیگر ممالک بھی اس مطالبے سے مکمل متفق ہیں۔

☆ ☆ ☆

امریکا یہ جنگ نہیں جیت سکتا

خلیل عزیز

‘عزم‘ اور ‘عمری‘ آپریشن اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ جاری رہے ہیں۔ اسلام کے مخلص اور سچے جانثار مجاہدین نے افغانستان بھر میں غاصب قوتوں اور کٹھ پتلی حواریوں پر عرصۂ حیات تنگ کر رکھا ہے۔ مجاہدین نے نہ صرف اپنے مورچوں اور 80 فیصد مفتوحہ علاقوں کا مضبوط دفاع اور تحفظ کیا ہے، بلکہ دشمن کے زیر قبضہ دسیوں اضلاع اور سیکڑوں فوجی اڈوں کو ان کے تسلط سے آزاد کرا کے وہاں سفید پرچم لہرا دیا ہے۔ کٹھ پتلی حکمرانوں نے گزشتہ سال کی ابتدا میں اپنے آقا کے سامنے بڑے بڑے دعوے کیے تھے کہ اگر امریکا ان کے ساتھ مالی، فوجی اور سیاسی تعاون جاری رکھے تو وہ پورے افغانستان میں فرسودہ جمہوری نظام کی جڑیں مضبوط کر کے تمام علاقوں سے مجاہدین کو نکال باہر کریں گے۔ بڑے آقا نے بھی اکتوبر میں برسلز میں اتحادی ممالک کا مشترکہ اجلاس طلب کیا، جس میں کابل انتظامیہ کی سیاسی اور فوجی امداد جاری رکھنے کا اعلان کر کے 15 ارب ڈالر کی مشروط امداد دینے کا وعدہ بھی کیا، لیکن شرط یہ رکھی کہ وہ مجاہدین کے خلاف فیصلہ کن کارروائی کریں گے۔ اُنہیں صفحہ ہستی سے مٹا دیں گے۔

دوسری طرف مجاہدین نے اللہ تعالی کی مدد سے کابل انتظامیہ کے تمام منصوبوں کو ناکام بنا دیا ہے۔ مجاہدین نے افغانستان بھر میں اپنے مفتوحہ علاقوں کا بھرپور دفاع اور تحفظ کیا ہے، جب کہ دشمن کے فوجی اور سیکورٹی یونٹس پر شدید حملے مسلسل جاری رکھ کر انہیں حواس باختہ کر دیا ہے۔ بگرام ایئر بیس سمیت افغانستان بھر میں دشمن کے محفوظ ٹھکانوں کو بھی نشانہ بنایا ہے، جب کہ بڑی تعداد میں کابل انتظامیہ کے خطرناک اور جرائم پیشہ عناصر کو ٹارگٹ کر کے ہلاک کر دیا ہے۔ مجاہدین نے دشمن کے متعدد طیاروں اور ہیلی کاپٹروں کو مار گرایا ہے۔ حالانکہ وہ سمجھتے تھے کہ امارت اسلامیہ کے مجاہدین یہ صلاحیت نہیں رکھتے وہ طیارے مار گرائیں، تاہم گزشتہ سال مجاہدین نے امریکا کے ایف ایم 16 طیارہ اور تقریبا 10 ہیلی کاپٹروں اور جاسوس طیاروں کو مار گرایا ہے۔ کٹھ پتلی حکومت نے متعدد بار یہ دعوی کیا ہے کہ قندوز شہر پر مجاہدین پھر کبھی بھی قبضہ نہیں کر سکتے۔ ہلمند میں اُن کی پیش رفت روک جائے گی۔ تاہم اللہ کے فضل و کرم سے اسلام اور افغان دشمنوں کے یہ تمام دعوے جھوٹ ثابت ہوئے۔ جب مجاہدین نے قندوز اور ہلمند میں آپریشن کا آغاز کیا تو بہت کم وسائل اور کم مدت میں عظیم فتوحات حاصل کیں۔ چار گھنٹے کی لڑائی کے بعد مجاہدین دوبارہ قندوز شہر میں داخل ہو گئے، جہاں سے افغان فوج کے بارہ ہزار جنگجوؤں کو پسپا کر کے قندوز شہر کے مرکزی چوک پر امارت اسلامیہ کا سفید پرچم لہرا دیا۔ کابل انتظامیہ نے صوبہ ہلمند کے دفاع کے لیے 40 ہزار فوجیوں کو تعینات رکھنے کے علاوہ ملیشیا اور اسپیشل فورسز کے ہزاروں اہل کاروں کو بھی تعینات کیا تھا، لیکن اللہ تعالی کی مدد سے مجاہدین نے دشمن کی نیندیں حرام کر دی ہیں۔ تمام اضلاع پر اپنا کنٹرول قائم کر لیا ہے۔ جدید وسائل سے لیس ہزاروں اہل کاروں نے مجاہدین کے سامنے ہتھیار پھینک دیے ہیں۔ مجاہدین صوبائی دارالحکومت لشکر گاہ تک پہنچ گئے ہیں۔ اب مجاہدین لشکر گاہ کے پانچویں سیکورٹی زون میں موجود ہیں۔ ہلمند میں بھی دشمن کو تاریخی شکست اور رسوائی سے دوچار کیا گیا ہے۔ مجاہدین نے بگرام ایئر بیس پر تین بار حملے کیے ہیں۔ تینوں حملوں میں متعدد امریکی فوجی ہلاک ہوئے ہیں، جب کہ کابل ایئر بیس کے قریب قابض فوجیوں کے ‘باران کیمپ‘ پر مجاہدین کے حملے سے دشمن کو بھاری جانی و مالی نقصان اٹھانا پڑا ہے۔ کابل حکومت کے اہم اور حساس انٹیلی جنس سینٹر 10 صفحہ ہستی سے مٹ چکا ہے۔ سیکڑوں جاسوسوں اور سینئر انٹیلی جنس افسران ہلاک ہو چکے ہیں۔ وزارت دفاع کی عمارت کے سامنے اہم جرنیلوں کو ہلاک کیا گیا ہے۔ اسی دن کابل شہر کے علاقے ‘شہر نو‘ میں اہم انٹیلی جنس سینٹر پر حملہ کیا گیا، جس میں پانچ جرنیلوں سمیت درجنوں فوجی ہلاک اور 100 سے زائد زخمی ہوئے۔ علاوہ ازیں مجاہدین نے افغانستان کے مختلف حصوں اروزگان، بغلان، ننگرہار، پکتیا، فراہ، فاریاب، نورستان اور دیگر صوبوں میں دشمن کا قلع قمع کر کے متعدد اضلاع، سیکڑوں فوجی اڈوں اور وسیع علاقوں پر اپنا کنٹرول قائم کر لیا ہے۔ عظیم فتوحات اور ہر میدان میں پیش رفت نے اسلام کے ازلی دشمنوں پر یہ واضح کر دیا ہے کہ وہ امارت اسلامیہ کو ناقابل تسخیر قوت کے طور پر تسلیم کر لیں۔

اوباما نے سیکورٹی اداروں کے ایک بڑے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ افغانستان میں امریکی فوجی مشن ناکامی سے دوچار رہا ہے اور ڈیڑھ دہائی جنگ کے بعد بھی مجاہدین کو شکست نہیں دے سکا۔ امریکی محکمہ دفاع نے ایک رپورٹ میں کہا تھا کہ افغان فوج اور سیکورٹی فورسز مجاہدین کا مقابلہ کرنے اور ان سے حاصل کیے جانے والے علاقوں پر اپنا کنٹرول برقرار رکھنے کی صلاحیت سے محروم ہے۔ 2016 کے دوران امریکا، نیٹو اور کابل انتظامیہ کو افغانستان میں ہر قسم کی شکست، ذلت اور ناکامی کا سامنا رہا ہے۔ سیکڑوں غیر ملکی فوجیوں اور ہزاروں افغان مزدور اہل کاروں کو ہلاک کیا گیا ہے۔ وسیع و عریض علاقے ان کے کنٹرول سے نکل گئے ہیں۔ عالمی سطح پر امریکا سمیت دوست و دشمن سب نے اس بات کا برملا اعتراف کیا ہے کہ امارت اسلامیہ ناقابل تسخیر فوجی اور سیاسی قوت بن چکی ہے۔ اسے شکست دینا اب ناممکن ہے۔ نیٹو اور امریکا اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ لہٰذا سمجھ داری یہ ہے کہ افغانستان پر قبضے سے دست بردار ہو کر امارت اسلامیہ کے ساتھ مذاکرات کے ذریعے مسئلے کا حل تلاش کیا جائے۔ اسلام، انسانیت اور افغانوں کے دشمن ایک دن ضرور رسوا اور ذلیل ہوں گے۔ ان کی سازشیں اور چالیں دم توڑ دیں گی۔

امارت اسلامیہ تہذیبِ اسلام کی محافظ

عابد منصور

کسی بھی معاشرے کی سب سے اہم چیز اُس کی تہذیبی اور ثقافتی روایات ہوتی ہیں۔ یہ اہم اور بنیادی حصہ ہی اُس قوم کی 'معیاری پہچان' ہوتا ہے۔ یہی پہچان اُس قوم کی زندگی کی دوڑ میں جیت اور ہار کا فیصلہ کرتی ہے۔ بظاہر دیکھا جاتا ہے کہ جب بھی کوئی قوم کسی دوسری قوم پر غلبہ پاتی ہے تو وہ اُسے تادیر قائم رکھنے کے لیے مغلوب قوم کی معاشرت میں اپنی تہذیب داخل کر دیتی ہے۔ جب کہ تہذیب و تمدن مذہب اور اُس سے منسلک نظریات کی عملی شکل ہوتی ہے۔ جب زندگیوں سے یہ اہم جزو نکل جائے تو اُس قوم کو گم نامی کے گڑھے میں گرنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ علاوہ ازیں اس سے بھی اہم بات یہ ہے کہ معاشرے میں ایک طبقہ ایسا ہوتا ہے، جو اپنی قوم کو اُس کی 'معیاری پہچان' کے ساتھ جوڑے رکھتا ہے۔ اگر اسلامی معاشرے میں اس طبقے کو تلاش کیا جائے تو وہ 'مولوی صاحب' ہیں۔

اسلام مخالف طاقتیں بہت زور لگا کر بھی اسلامی تہذیب و ثقافت کو ختم نہیں کر سکیں۔ تمام تر ٹیکنالوجی اور ہر طرح کے ہتھکنڈے بھی استعمال کر دیکھے ہیں، لیکن وہ کسی طرح کامیاب نہیں ہو سکیں۔ انہوں نے اس پر تحقیق کی تو معلوم ہوا، دراصل اسلامی معاشرے میں ''مُلّا'' ہی وہ فرد ہے، جس نے اسلامی تہذیب کو اپنی قوم کی رُوح میں پیوست کر رکھا ہے۔ اس لیے اب یہ کوشش کی جائے کہ یہاں سے ''مُلّا'' کا کردار ختم کیا جائے۔ جب اس جڑ کو اُکھاڑ دیا جائے گا، تب اسلامی تہذیب کا درخت خود ہی گر جائے گا۔ علامہ محمد اقبال مرحوم نے اپنی نظم ''ابلیس کا اپنے فرزندوں کے نام پیغام'' کے ایک شعر میں اسی طرف اشارہ کیا ہے:

افغانیوں کی غیرتِ دیں کا ہے یہ علاج
مُلّا کو ان کے کوہ و دمن سے نکال دو

افغانستان میں امارتِ اسلامیہ کے دورِ اقتدار میں ہر طرح کے غیر شرعی اور اسلامی تہذیب و تمدن سے میل نہ کھانے والے کام بند تھے۔ ہر طرف معیاری امن و امان اور انصاف کا دور دورہ تھا۔ جس کی وجہ وہاں ''مُلّا کے مضبوط کردار'' کی موجودگی تھی۔ عالمِ کفر کے لیے یہ ناممکن ہے کہ مسلمانوں کے جسم سے براہِ راست 'روحِ محمدی' نکال دی جائے۔ اس کے لیے دو کام بہت ضروری سمجھے جا رہے تھے۔ اوّل یہ کہ مُلّا کا کردار ختم کر دیا جائے۔ دوم یہ کہ اسلامی معاشرے کے رگ و پے میں فرنگی خیالات کا اودھم مچا دیا جائے۔ امریکا کے افغانستان پر ناجائز حملے کے لیے استعمال کیے جانے والے دیگر بہانے اپنی جگہ، لیکن حقیقت یہی تھی کہ خود کو سپر پاور سمجھنے والے سرمایہ دار امریکا کے لیے یہ ناقابلِ برداشت تھا کہ وہ تہذیبِ اسلامی کا سورج طلوع ہوتا دیکھ سکے۔ ظاہر ہے اس آفتاب کی کرنیں جو ایک عالم کو روشن کر رہی تھیں، اُن کے پسِ پردہ ''مُلّا'' ہی کا کردار تھا۔

امریکا کی پہلی کوشش یہی تھی کہ اُس 'فاقہ کش قلندر' کو افغانستان کی غربت اور فاقوں سے ڈرا کر دام میں لایا جائے، جب ابلیس کے فرزند نے دیکھا کہ یہ حربہ کارگر نہیں ہے، تب وہ اپنے ٹینک طیارے ایک 'اسلامی ملک' کی طرف سے 'عطا کیے گئے کاندھوں' پر لاد کر افغانستان پر چڑھ دوڑا۔ امریکا آخر تک مُلّا کو ختم کرنے کی کوشش میں ہی مصروف رہا ہے۔

افغانستان جیسے اسلامی روایات سے جُڑے ملک سے مُلّا کو ختم کرنا تو بالکل ناممکن سی بات ہے۔ جب اس میں ناکامی ہوئی تو اُس نے مُلّا کے بجائے اُس کے 'کردار' کو ختم یا کمزور کرنے کی طرف توجہ دی۔ یہ بات ماننے کی ہے کہ امریکا کو اس معاملے میں کسی حد تک کامیابی ضرور ملی ہے۔ یہی وجہ ہے آج افغانستان کی 'مشرقی فضاؤں' میں 'مغربی گِدھ' حرام خوری کرتے دِکھائی دیتے ہیں۔ اِنہی گِدھوں میں سے ایک نام موسیقی سے لگاؤ رکھنے والی 'نگین خپلواک' ہے۔

نگین خپلواک افغان مشرقی صوبے 'کنڑ' کی رہائشی ہیں، جو افغانستان کی پہلی خاتون 'موسیقار اُستانی' کہی جا رہی ہیں۔ نگین خپلواک بھی دیگر کمزور مزاج عورتوں کی طرح این جی اوز کے 'حقوقِ نسواں' کے نام نہاد نعرہ ہائے آزادی سے متاثر ہو کر موسیقی سے دل لگا بیٹھی ہیں۔

نگین کے روایتی افغان خاندان نے اپنی بیٹی کی اِن غیر مناسب سرگرمیوں پر شدید ردِعمل دکھایا ہے۔ اُن کے مطابق وہ ایک بار اپنے گھر والوں سے ملنے کُنڑ گئیں تو اُن کے بھائیوں اور چچاؤں نے اُنہیں دھمکی دی کہ 'اگر اُس نے ٹیلی وژن پر 'میوزک پروگرام'

پیش کیا تو وہ اُسے سزا دیں گے۔ چناں چہ وہ اگلے ہی روز کابل واپس آگئیں۔ نگین 'آزادیِ نسواں' کے پُرفریب نعرے سے مرعوب ہیں۔ اب اُن کی ذہنی حالت اِس قدر پست ہو چکی ہے کہ وہ اپنی تہذیب کے بجائے اُن لوگوں کی تہذیب پر فخر کرتی ہیں، جنھوں نے اُن کے وطن میں بم بارود کا طوفان برپا کر کے افغانستان کو قبرستان میں بدل دیا ہے۔ نگین کہتی ہیں: ''افغانستان سے 'باہر کی خواتین' کے مقابلے میں ہمیں ایسا محسوس ہوتا ہے، جیسے ہم کسی پنجرے میں ہوں۔'' وہ اپنی بدلی ہوئی 'مرعوبانہ ذہنیت' پر خوشی کا اظہار کرتی ہیں کہ 'مَیں نے اپنے خاندان کے دباؤ کے باوجود اپنے موسیقی کے شوق کے لیے اتنی سخت جنگ لڑی ہے کہ شاید ہی کسی نے لڑی ہو!'

نگین خپلواک کی اِنہی 'قربانیوں' کی بدولت عالمی ساہوکاروں کی جانب سے اِنہیں افغانستان میں موسیقی کو رواج دینے کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔ جس کی وجہ سے یہ مختلف حربے اور ہتھکنڈے استعمال کرتے ہوئے اُن غریب اور یتیم افغان لڑکیوں کو مغربی گانوں باجوں اور رقص گاہوں کا حصہ بنا رہی ہیں، جن کا والد، بھائی اور خاندان نیٹو کی بمباری میں اپنی جان کھو بیٹھا ہے۔ جب کہ اُن کا جرم صرف یہ تھا کہ وہ خود کو اپنی مشرقی روایات سے علیحدہ نہیں کرنا چاہتے تھے۔

نگین خپلواک یہاں تک اپنی تہذیب سے کنارہ کش ہو گئی ہیں کہ اَب وہ عورت کی فطری شرم و حیا کا لحاظ کیے بغیر عالمی سطح پر منعقد ہونے والے مختلف پروگراموں میں ''زہرہ آرکسٹرا'' کے نام سے اپنی 'بے حیائی' کا مظاہرہ پیش کرتی ہیں، جسے وہ بزعمِ خود 'فن' کا نام دینے پر مُصر ہیں۔ واضح رہے اِن مظاہروں میں نگین کے ساتھ تیرہ سے بیس برس کی کئی لڑکیاں بھی شامل ہوتی ہیں۔ اِن مظاہروں میں ان لڑکیوں کا کام افغان اور مغربی موسیقی کے نمونے پیش کرنا ہوتا ہے۔ اِس گروپ نے حال ہی میں سوئٹزرلینڈ کے تفریحی مقام 'داووس' میں منعقد ایک 'ورلڈ اکنامک فورم' کے اجلاس میں اپنی تہذیب پر کلہاڑے چلائے تھے۔

دوسری طرف وہ کہتی ہیں کہ ''مَیں اب پہلے والی (مشرقی) نگین نہیں ہوں۔'' نگین خپلواک کو افغانستان کے اسلامی معاشرے میں اپنی مغربی سرگرمیوں کی وجہ سے شدید دباؤ کا سامنا ہے۔ حتیٰ کہ خپلواک کا خاندان تک اُنھیں اپنے پاس جگہ دینے کو تیار نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ عام آبادی میں رہنے کے بجائے 'کابل کے ایک یتیم خانے' میں پناہ گزین کے طور پر رہ رہی ہیں، جہاں سے وہ اپنے 'زہرہ آرکسٹرا' کی سربراہی کر رہی ہیں۔ واضح رہے اِن کا گروپ مغربی ایجنڈے 'افغانستان نیشنل انسٹیٹیوٹ فار میوزک' کے تحت 'تہذیب کُشی کی خدمت' میں مصروف ہے۔

یقیناً یہ سب کارہائے بد اشرف غنی کی موجودگی میں ہو رہے ہیں۔ ایسی کئی تصاویر میڈیا پر گردش کرتی رہی ہیں، جن میں اشرف غنی ایک رقص کرتی افغان لڑکی کے گرد جھوم رہے ہیں۔ عام طور پر کسی بھی ملک کے صدر کے لیے وہاں کی خواتین 'ماں یا بیٹی' کے طور پر دیکھی جاتی ہیں۔ کیا ننگے ناچ اور رقص و سرود کی ایسی محفلوں میں صدر اشرف غنی کی شرکت کو 'اپنی بیٹی کے ناچ میں شرکت' سمجھنا چاہیے؟! یہ سوال اشرف غنی اور اُن کے افغان عوام سمیت خصوصاً ہر ناچنے والی لڑکی کے ماں باپ سے بھی ہے۔

موسیقی کی لَت میں سر تا پیر ڈوبے ہوئے ایک شخص 'احمد ناصر سرمست' بھی ہیں، جن کی افغانستان میں اسلامی تہذیب کے خلاف منفی سرگرمیاں اس حد تک بڑھ گئی تھیں کہ مجاہدین کو اُن کی 'سرمستی' ختم کرنے کے لیے 2014 میں فرانس کے زیرِ اہتمام کابل میں چلنے والے ایک میوزک انسٹیٹیوٹ میں موسیقی کے جاری پروگرام پر حملہ کرنا پڑا تھا۔ اگرچہ احمد ناصر سرمست اس حملے میں بال بال بچ تو گئے تھے، البتہ اُن کی 'مستی' کافی حد تک 'پستی' میں چلی گئی تھی۔ واضح رہے؛ اس حملے کے حوالے سے امارت اسلامیہ کے جہادی اسٹوڈیو 'الہجرۃ' نے ''فاتح کاروان ۱۱'' کے نام سے ایک ڈاکومنٹری ویڈیو بھی بنائی ہے۔

امارت اسلامیہ کئی مرتبہ مختلف پیرائیوں میں اس بات کو واضح کر چکی ہے کہ جس طرح وہ افغان عوام کے ہر مادی منافع کی محافظ ہے، اسی طرح عوام کے روحانی نفع و نقصان کے اسباب و ذرائع کی نگرانی بھی اُس کی بنیادی ذمہ داریوں میں سے ہے۔ یہی وجہ ہے امارت اسلامیہ نے اسلامی تہذیب پر منفی اثر ڈالنے والے ہر عملِ بد کی پُرزور مذمت کے ساتھ ساتھ اُس کی روک تھام کے عملی اقدامات بھی کیے ہیں۔

امارت اسلامیہ کا یہ طریقہ کار بہت خوش آئند اور قابلِ صد تحسین ہے کہ وہ منفی سرگرمیوں میں مصروف فرد کے خلاف عملی کارروائی سے قبل اُسے سمجھنے اور خود پر نظر ثانی کا موقع ضرور دیتی ہے۔ اگر وہ اپنی تہذیب کے منافی افعال سے رُک جاتا ہے تو اُسے قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، ورنہ دوسری صورت میں عملی اقدام سامنے لایا جاتا ہے۔ یہ واضح رہنا چاہیے کہ امارت اسلامیہ افغانستان میں نفاذِ اسلام کے لیے سرگرمِ عمل ہے۔ یہی وجہ ہے، وہ ہر ایسی سرگرمی کے خلاف بتدریج دعوتی و عملی اقدامات کرتی ہے، جو اسلامی معاشرے کو نقصان پہنچانے کا باعث بن رہی ہو۔

عالم اسلام کے نازک حالات

ابوظہیر

امت مسلمہ کا آپسی افتراق و انتشار انتہائی قابل تشویش ہو گیا ہے۔ ایک جانب شام، عراق، لیبیا اور یمن میں استعماری ممالک کے ورغلانے اور کھلی مداخلت سے خمینی کے پیروکار مسلمانوں کے خلاف میدانِ جنگ سجائے ہوئے ہیں۔ دوسری طرف برما، فلسطین، کشمیر اور افغانستان میں کفریہ قوتیں بھی مسلمانوں کے خلاف جنگ میں مصروف ہیں۔ ان کے خلاف وحشیانہ ظلم کی کسی نوع سے احتراز نہیں کر رہے۔ ان کا خون پانی کی طرح بہایا جارہا ہے۔ سیاسی امور کے مبصرین کے مطابق وسطی ایشیا میں شیعہ سنی جنگ کے نقصانات اور برے نتائج کا ازالہ صدیوں تک نہیں کیا جاسکے گا۔ خصوصاً حلب میں مسلمانوں کے ساتھ جو وحشیانہ سلوک کیا گیا ہے، اس پر دنیا بھر کے مسلم حکمرانوں کو شرم آنی چاہیے۔ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل سے لے کر اسلامی کانفرنس اور عرب لیگ تک سب خاموش ہیں۔ مسلمانوں کی آہیں اور فریادیں ان کے کانوں تک نہیں پہنچ پاتیں۔ نہ ہی شیعہ سنی سیاسی رہنماؤں، علماء اور مذہبی پیشواؤں کے درمیان کوئی ایسا رابطہ نظر آ رہا ہے، جس سے توقع کی جائے کہ وہ فرقہ وارانہ اختلافات کے حل کے لیے افہام و تفہیم کا مؤقف اختیار کریں گے۔

معتبر ذرائع کے مطابق شام میں 12 لاکھ سے زیادہ مسلمان مارے گئے ہیں۔ اس سے کئی زیادہ اپنے گھروں، گاؤں اور شہروں سے نکال دیے گئے ہیں۔ اسی مجبوری کی وجہ سے لاکھوں مسلمان یورپ میں پناہ لینے کے لیے نقل مکانی پر مجبور ہیں۔ اسی طرح برما میں روہنگیائی مسلمانوں کو فوج اور بودھسٹوں کی جانب سے جانوروں کی طرح مارا جاتا ہے۔ خواتین کی عصمت دری کی جاتی ہے۔ فلسطین میں غاصب یہودیوں کی جانب سے مسلمانوں کو علی الاعلان مارا جاتا ہے۔ اسلامی شعائر اور احکامات پر پابندی عائد کی جاتی ہے۔ افغانستان میں امریکی سربراہی میں صلیبی جارحیت پسند قوتیں عالمی اصولوں اور قوانین کو توڑتی ہیں۔ مسلمانوں کو مارنے کے لیے کیمیائی اسلحے کا بے دریغ استعمال کیا جاتا ہے۔ چند عشرے قبل اسلامی دنیا کی حالت اتنی خراب اور دردناک نہیں تھی نہ آج کی طرح مسلمان ایک دوسرے کی حالت سے بے پرواہ تھے۔ دنیا کے جس حصے میں بھی مسلمانوں پر ظلم کیا جاتا تھا، ردعمل میں مسلمان اٹھ کھڑے ہوتے۔ جس طرح 1969 میں اسرائیل کی جانب سے مسجد اقصیٰ کو جلانے کی کوشش کی گئی، اس کے خلاف پوری دنیا میں آواز اٹھی اور مسجد اقصیٰ پر حملے کو عالم اسلام پر حملہ قرار دیا گیا۔ پوری دنیا میں اسرائیل کے خلاف مسلمانوں کو انتہائی شدید ردعمل اٹھا۔

اسی طرح جب سوویت لشکر افغانستان میں داخل ہوئی تمام اسلامی ممالک افغان عوام کے پشت پر کھڑے ہوگئے، مگر آج مسلمانوں کے درمیان اتحاد کا جذبہ بہت کم ہو گیا ہے۔ شام، عراق اور یمن میں اغیار مسلمانوں کا خون بہا رہے ہیں۔ کشمیر میں ہندو مسلمانوں کی صدائے حریت کو جکڑ رہے ہیں۔ میانمار میں وحشی بودھسٹ اور افغانستان میں امریکا مسلمانوں کا قتل عام کر رہے ہیں، مگر ان سب کے خلاف اسلامی کانفرنس میں اور نہ عرب لیگ میں زندگی کی کوئی رمق نظر آتی ہے کہ وہ کچھ کریں۔ اس لیے اسلامی دنیا کے مستقبل کے حوالے سے ایک مایوسی پھیل رہی ہے۔ جن لوگوں کے ہاتھوں میں اقتدار ہے، ان کے ہاں مسلمانوں کے عام مفادات کے بجائے ذاتی مفادات کی اہمیت ہے۔ اللہ تعالیٰ مظلوم مسلمانوں کو اس المیے سے نجات دے۔ آمین

زندوں کا قبرستان

فرہاد

برما ایشیا کے جنوب مشرق میں واقع ہے، جس کی سرحدیں بنگلہ دیش، چین، ہندوستان، لاؤس اور تھائی لینڈ کے ساتھ ملتی ہیں۔ اس کا دارالحکومت 'نیپیداو' ہے۔ 2014 میں کی گئی مردم شماری سے پہلے عوام کی تعداد 51 ملین کے لگ بھگ تھی۔ سب سے بڑا شہر یانگون ہے، جس کی اکثریت بودھ مذہب سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کے بعد مسلمان سب سے بڑی اقلیت ہیں۔ بودھسٹ اسلام کی مقبولیت سے خائف ہیں۔ جس طرح بعض مغربی ممالک اسلام کی ترقی سے خائف ہیں۔ اسی ڈر اور خوف کی وجہ سے برما میں بودھسٹ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف وحشیانہ مظالم کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے نسل کشی میں مصروف ہیں۔

بدھ مت کے پیروکاروں کا کہنا ہے کہ مسلمان برما میں باہر سے آئے ہیں۔ جس طرح عیسائیوں نے ہسپانیہ سے مسلمانوں کو نکالا تھا، اسی طرح بدھسٹ بھی مسلمانوں کو نکال باہر کرنے کا سوچ رہے ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ برما میں مسلمان صدیوں سے آباد ہیں۔ ہارون الرشید کے زمانہ میں مسلمان تاجر یہاں آکر آباد ہوئے تھے۔ جنھوں نے تجارت کے ساتھ ساتھ تبلیغ اسلام کا کام بھی کیا۔ جس سے نہایت مختصر وقت میں لوگوں کی کثیر تعداد اسلام کی تعلیمات سے روشناس ہو کر مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ رفتہ رفتہ مسلمانوں کی تعداد بڑھتی گئی اور 1430 ہجری میں سلیمان شاہ نے ایک آزاد اسلامی ریاست کی داغ ڈالی۔ وہ ریاست تین صدیوں تک برقرار رہی۔ اس کے بعد اراکان میں مسجدیں قائم ہوئیں۔ مدارس کا جال بچھ گیا۔ کرنسی پر کلمہ طیبہ لکھ دیا گیا، جس کے نیچے چاروں خلفائے راشدین کے نام درج تھے۔

پہلے اراکان الگ اور برما الگ ریاست تھا۔ اراکان میں مسلمانوں کی اکثریت، جب کہ برما میں بدھ مت مذہب کے پیروکاروں کی اکثریت تھی۔ بودھسٹ کو یہ بات نہیں بھاتی تھی کہ ان کے پڑوس میں مسلمان حکومت کریں۔ اسی نیت سے 1784 میں اراکان پر حملہ کر کے مسلمانوں کی حکومت کا خاتمہ کر کے اسے برما میں ضم کر دیا گیا۔ اس کے بعد برما کو میانمار سے موسوم کر دیا گیا۔ 1824 میں برطانیہ نے برما پر قبضہ کر لیا، جو سو سال تک برقرار رہا۔ یوں برمی مسلمان سو سال تک انگریز کی غلامی میں رہے ہیں۔ 1948 میں انگریز سے آزادی حاصل کی گئی۔ آزادی کے وقت وہاں کے مسلمانوں کی اکثریت پاکستان کے ساتھ انضمام چاہتی تھی، لیکن انگریز نے ان کا مطالبہ تسلیم کرنے انکار کر کے برما کو میانمار کے ساتھ ضم کر دیا۔ یوں بودھوں نے اسلامی تعلیمات کے

> **برمی فوج کی طرف سے مسلمانوں کی نسل کشی شروع پر پوری دنیا نے چپ سادھ رکھی ہے۔ کافر دنیا میں کسی نے ان مظالم کا نوٹس لیا اور نہ ہی مسلم دنیا میں کسی کی غیرت جاگی، جو ان مظالم پر احتجاج کرتے۔ سوشل میڈیا پر برمی مسلمانوں کی دردناک تصاویر شایع ہوئیں، جس پر عام مسلمانوں نے احتجاج کیا۔ جس کی وجہ سے عالمی قوتوں پر دباؤ بڑھا۔ اقوام متحدہ نے تحقیقات کی غرض سے ایک ٹیم برما بھیجی، جسے برمی حکومت نے مکمل تحقیقات کی اجازت نہیں دی۔ اس نامکمل تحقیق کے نتیجے میں 56 صفحوں پر مشتمل ایک رپورٹ شایع ہوئی، جس میں کہا گیا کہ برما کے مسلمان زمین پر سب سے زیادہ مظلوم اقلیت ہیں۔**

خاتمے کے لیے مختلف سازشیں کیں، جن کی وجہ سے وہاں کے مسلمان مختلف ممالک کی طرف ہجرت پر مجبور ہوگئے۔ سعودی عرب کے بادشاہ شاہ فہد نے اراکانی مسلمانوں کی حالت زار دیکھ کر ان کے لیے سعودی عرب کے دروازے کھول دیے۔ جس سے سعودیہ کی طرف ہجرت کرنے والے اراکانی مسلمانوں کی کثیر تعداد مکہ مکرمہ میں سکونت پذیر ہوگئی۔ آج مکہ مکرمہ کی پچیس فیصد آبادی اراکانی مہاجرین پر مشتمل ہے۔ جن مسلمانوں کے پاس ہجرت کے وسائل نہیں تھے، وہ اراکان میں بودھسٹوں کے رحم و کرم پر رہ گئے۔

بودھسٹوں نے ان پر زندگی تنگ کر دی اور اسلام کی تبلیغ پر پابندی لگا دی۔ مسلمانوں کی ذاتی اور وقف شدہ املاک نیلام کر دیں۔ مدارس اور مساجد شہید کر دی گئیں۔ مسلمانوں پر تعلیم حاصل کرنے پر پابندی لگا دی۔ حکومتی مناصب پر مسلمانوں کی تقرری پر پابندی لگا دی۔ یہاں تک کہ 1982 میں مسلمانوں کی برمی شہریت ہی کالعدم قرار دے دی گئی۔ مسلمان لڑکیوں کے لیے شادی کی کم از کم عمر 25 سال، جب کہ مردوں کے لیے 30 سال مقرر کی گئی۔ وہ بھی اس صورت میں کہ جب پولیس سے تحریری اجازت نامہ لیا گیا ہو۔ ایسے دگرگوں حالات میں مسلمانوں پر سخت ظلم و تشدد ہوتا رہا۔ ان کی اقتصادی حالت روز بروز ابتر ہوتی گئی، جو آج تک غربت اور ظلم و ستم کے ساتھ زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔ ان کی عورتیں مردوں کے ساتھ زمینوں میں کاشت کاری کرتی ہیں۔ اس سب کچھ کے باوجود حوصلہ افزا بات یہ ہے کہ آج تک کسی اراکانی مسلمان نے دنیاوی لالچ کی وجہ سے اسلام دست بردار ہوا ہو، بلکہ وہ آج تک اسلام کے ساتھ جنون کی حد تک عشق رکھتے ہیں۔

کچھ عرصہ قبل دس مسلمان تبلیغ کی غرض سے سفر میں تھے۔ ایسے میں بودھسٹوں کی ایک دہشت گرد تنظیم نے ان کی زبانیں رسیوں سے باندھ کر کھینچ کھینچ نکال دیں۔ ان شہید مسلمانوں کا دردناک مُثلہ کیا۔ جس پر مسلمانوں نے احتجاج کیا، جس کے نتیجے میں بودھسٹوں نے مسلمانوں کے 8 گاؤں جلا کر راکھ کر دیے۔ دیگرے کئی گاؤں کے مسلمانوں کے سات سو گھروں مسمار کر کے انہیں جلا ڈالا۔ اب یہ کام ہر گاؤں میں ہونے لگا۔ اس سارے عمل میں ان دہشت گردں کے ساتھ برما کی فوج اور پولیس بھی برابر کی شریک تھی۔ یہ حالات دیکھ کر نو ہزار مسلمانوں نے اپنی زندگی خطرے میں دیکھ کر سمندری راستے بنگلہ دیش کی طرف ہجرت کی تو بنگال کی ظالم حکومت نے بھی انہیں پناہ دینے سے انکار کر دیا۔

برمی فوج کی طرف سے مسلمانوں کی نسل کشی شروع پر پوری دنیا نے چپ سادھ رکھی ہے۔ کافر دنیا میں کسی نے ان مظالم کا نوٹس لیا اور نہ ہی مسلم دنیا میں کسی کی غیرت جاگی، جو ان مظالم پر احتجاج کرتے۔ سوشل میڈیا پر برمی مسلمانوں کی دردناک تصاویر شایع ہوئیں، جس پر عام مسلمانوں نے احتجاج کیا۔ جس کی وجہ سے عالمی قوتوں پر دباؤ بڑھا۔

اقوام متحدہ نے تحقیقات کی غرض سے ایک ٹیم برما بھیجی، جسے برمی حکومت نے مکمل تحقیقات کی اجازت نہیں دی۔ اس نامکمل تحقیق کے نتیجے میں 56 صفحوں پر مشتمل ایک رپورٹ شایع ہوئی، جس میں کہا گیا کہ برما کے مسلمان زمین پر سب سے زیادہ مظلوم اقلیت ہیں۔ مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد زندہ قبروں میں دفنا دی گئی ہے۔ بچوں کے ہاتھ باندھ کر انہیں زندہ زمین میں دبا دیا گیا۔

انسانی حقوق کی رپورٹس میں بھی یہ بات صراحت کے ساتھ کہی گئی کہ مسلمانوں کو نہایت بے رحمی کے ساتھ زندہ دفن کیا گیا ہے۔

دوسری طرف مسلم دنیا کے حکمران اسی طرح غفلت کے خواب سو رہے ہیں۔ اپنے مظلوم بھائیوں کی مدد نہیں کرتے۔ اللہ تعالی خصوصا برمی مسلمانوں پر رحم فرمائے۔

آمین

عدالتی نظام سے متعلق نبوی ہدایات

ملا محمود

انسانوں کے باہمی اختلافات کے حل کے لیے ہر دور میں کوئی نظام اور طریقہ کار رائج رہا ہے۔ آج بھی متعدد ممالک میں مختلف طرز کے نظام موجود ہیں، جسے جدید اصطلاح میں عدالتی نظام کہا جاتا ہے۔ اسلام کے عادلانہ نظام کے علاوہ دیگر جتنے بھی نظام اس وقت موجود ہیں، ان میں قدرے مشترک یہ ہے کہ مقدمات طویل میعاد تک چلتے رہتے ہیں، جو بسا اوقات فریقین کے درمیان خونریز تصادم کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔ بعض ایسے ممالک بھی ہیں، جن میں ایک ہی مقدمہ سالہا سال چلتا رہتا ہے۔ حد تو یہ ہے بعض اسلامی ممالک کے عدالتی نظام کے واقعات پڑھتے ہوئے ہنسی روکنا مشکل ہو جاتا ہے۔ گویا باقاعدہ لطیفے ہوتے ہیں، جو طبیعت کو محظوظ کرنے کے لیے سنائے جاتے ہیں۔ اگر ان کو اسلامی تعلیمات اور نبوی ہدایات کی روشنی میں دیکھا جائے تو بجز رونے کو جی چاہتا ہے۔ ایک برادر اسلامی ملک کے مؤقر اخبارات نے پچھلے سال ایک شہ سرخی لگائی، جس میں تئیس سال پرانا ایک ایسا مقدمہ بوسیدہ فائلوں میں ملا، جس پر کوئی عدالتی فیصلہ موجود نہ تھا۔ مقدمہ یوں ہی چلتا رہا۔ جب تحقیق کی گئی تو فریقین کی اہم شخصیات دارِ فانی سے کوچ کر چکی تھیں۔ ایسے میں ظاہر ہے، دنیا میں عدالتی نظام کی سبکی ہو گی اور اس میں موجود خامیاں کھل کر سامنے آئیں گی۔ یہ تو محض ایک مثال ہے، ورنہ ہزاروں ایسی خامیاں ہیں، جو حق دار کو حق پہنچانے میں رکاوٹ ہیں۔ ایک وکیل اپنے مؤکل سے ہزاروں لاکھوں روپے ہتھیا کر جو مقدمہ لڑ رہا ہوتا ہے، خود اُسے بھی علم ہوتا ہے کہ یہ ناجائز ہے۔ پھر بھی اس مقدمے پر قسمیں اٹھاتا ہے۔ جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کے لیے دلائل کے انبار بھی لگا دیتا ہے۔ حالانکہ محض دلائل اور قوتِ بیان و استدلال کے ذریعے کسی دوسرے کا حق نہیں ثابت کیا جا سکتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بارے میں بھی ارشاد فرمایا کہ اگر مَیں بھی کسی شخص کی قوت بیان سے متاثر ہو کر اس کے حق میں فیصلہ کر دوں اور فی الواقع وہ اس کا حق دار نہ ہو تو میرے فیصلے کو بنیاد بنا کر دوسرے فریق کے لیے وہ چیز حلال نہ ہو گی، بلکہ وہ اس کے لیے دوزخ ہو گی۔ حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول للہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَیں ایک بشر ہوں۔ تم لوگ میرے پاس مقدمات لاتے ہو۔ ہو سکتا ہے کہ تم میں سے ایک زیادہ اچھا اور بہتر انداز میں اپنی بات پیش کرنے والا ہو۔ مَیں اس کی بات سے اسی کے حق میں فیصلہ دے دوں، جب کہ درحقیقت وہ اس کا حق دار نہ ہو تو وہ اس کو ہرگز نہ لے۔ کیوں کہ انجام کے اعتبار سے وہ دوزخ کا ایک حصہ ہے۔

اس حدیث میں ججز صاحبان کے لیے راہنما ہدایات موجود ہیں۔ سب سے پہلے فیصلے کا معیار کتاب اللہ ہو۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور پھر کتاب و سنت کی روشنی میں اجتہاد کی گنجائش موجود ہے۔ پوری اسلامی دنیا میں شاید ہی کوئی ایسا ملک ہو، جس کا عدالتی نظام اس نبوی منہج پر قائم ہے۔ ماضی قریب میں جب افغانستان میں امارت اسلامیہ نے بطور ماڈل اس نظام کو پیش کیا اور عوام نے اس نظام کے ذریعے انصاف کے تقاضے پورے ہوتے دیکھے تو سب نے اس کا استقبال کیا۔ اپنے مقدمات امارت اسلامیہ کی عدالتوں کے حوالے کیے، جس پر مغرب کی اسلام دشمنی جاگ اٹھی اور اس نظام کے خلاف ٹینک توپیں لے کر افغانستان پر چڑھ دوڑے تھے۔

محدثین عظام اور فقہائے کرام نے عدالت سے متعلق احکامات کو اپنی کتابوں میں جگہ دی ہے۔ ہمارے فاضل ججز صاحبان کے لیے رہنمائی لینے کا اُن میں پورا سامان ہے۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ انگریز دور کے

کالے قوانین سے رہنمائی لے کر لوگوں کے فیصلے کیے جاتے ہیں، لیکن انسانی فطرت کے عین مطابق اور آسان ترین اسلامی ہدایات کو پس پشت ڈال دیا گیا ہے۔ جس کی وجہ سے لوگوں کے مقدمات کے خاتمے کے لیے ہمارا عدالتی نظام بے بس نظر آتا ہے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم خود عدالت لگاتے اور لوگوں کے درمیان فیصلے فرماتے تھے، بلکہ دیگر علاقوں میں مقرر قاضیوں کے لیے ہدایات بھی جاری فرماتے، جو قیامت تک عدالت کے باب میں قاضیوں کے لیے رہنما اور مشعل راہ ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو قاضی بنا کر یمن روانہ فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا؛ جب تمہارے سامنے کوئی مقدمہ پیش ہو تو تم اس کا فیصلہ کس طرح کرو گے؟ انہوں نے عرض کیا؛ مَیں اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا؛ اگر کتاب اللہ میں تمہیں اس کے بارے میں کوئی حکم اور ہدایت نہ ملے تو کیا کرو گے؟

انہوں نے عرض کیا؛ پھر مَیں اللہ کے رسول کی سنت کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا؛ اگر اللہ کے رسول کی سنت میں تمہیں مطلوبہ حکم اور ہدایت نہ ملے تو پھر کیا کرو گے؟ انہوں نے عرض کیا؛ پھر مَیں اجتہاد کرتے ہوئے صحیح نتیجے تک پہنچنے کی کوشش میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھوں گا۔ یہ جواب سنتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا سینہ ٹھونکتے ہوئے شاباش دی اور فرمایا؛ اُس اللہ کا شکر ہے، جس نے اپنے رسول کے فرستادہ کو اس بات کی توفیق دی، جو اس کے رسول کو پسند ہے۔

اس حدیث میں ججز صاحبان کے لیے راہنما ہدایات موجود ہیں۔ سب سے پہلے فیصلے کا معیار کتاب اللہ ہو۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور پھر کتاب وسنت کی روشنی میں اجتہاد کی گنجائش موجود ہے۔ پوری اسلامی دنیا میں شاید ہی کوئی ایسا ملک ہو، جس کا عدالتی نظام اس نبوی منہج پر قائم ہے۔ ماضی قریب میں جب افغانستان میں امارت اسلامیہ نے بطور ماڈل اس نظام کو پیش کیا اور عوام نے اس نظام کے ذریعے انصاف کے تقاضے پورے ہوتے دیکھے تو سب نے اس کا استقبال کیا۔ اپنے مقدمات امارت اسلامیہ کی عدالتوں کے حوالے کیے، جس پر مغرب کی اسلام دشمنی جاگ اٹھی اور اس نظام کے خلاف ٹینک توپیں لے کر افغانستان پر چڑھ دوڑے تھے۔ عام طور پر عدالتوں میں جھوٹی قسمیں کھائی جاتی ہیں، جس کے ذریعے حق دار کو حق نہیں مل پاتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قبیح عمل کے بارے میں سخت وعیدیں بیان فرمائی ہیں۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول للہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ 'جس کسی نے جھوٹی قسم کھا کر کسی مسلمان کا حق مارا (اور عدالت کے ذریعے اس کی کسی چیز پر قبضہ کیا) تو اللہ نے ایسے شخص کے لیے دوزخ واجب کر دی ہے اور جنت حرام کر دی ہے۔ ایک شخص نے سوال کیا: اے اللہ کے رسول! اگرچہ وہ چیز بالکل معمولی اور تھوڑی سی ہو، تب بھی یہی سزا ہو گی؟ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا؛ اگرچہ پیلو کی ایک ٹہنی ہی ہو!

ان واضح ارشادات سے رہنمائی لے کر عدالتی نظام شفاف بنایا جا سکتا ہے۔

امریکا دوغلی پالیسی کا ماہر

بت شکن

بظاہر سپرپاور سمجھے جانے والے امریکا نے اپنی دوغلی سیاست کی روشنی میں دنیا، بالخصوص مسلمانون کے ساتھ متضاد رویہ اختیار کر رکھا ہے۔ وہ خود کو دنیا میں امن کا علَم بردار کہتے ہوئے اسلامی دنیا پر ہزاروں بم برسا کر بچوں، خواتین اور بوڑھوں سمیت لاکھوں افراد کو بارود کی آگ میں جلا چکا ہے۔ امریکا جنوبی کوریا کا حلیف بن کر شمالی کوریا کو زبانی دھمکیاں دیتا ہے۔ غرض! جس طرف بھی دیکھیں، سوڈان، یوکرائن، فلسطین اور برما کے معاملے میں امریکا کا کردار دوغلے پن اور مکارانہ خاموشی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اگر معاملہ افغانستان، عراق، لیبیا، شام، صومالیہ اور یمن سمیت کسی بھی اسلامی ملک کا ہو تو اس کی نیندیں حرام ہو جاتی ہیں۔ کسی ملک میں کوئی اسلامی تحریک اقتدار تک پہنچتی ہے، اس ملک کے عوام امریکا سے آزادی کے حصول کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں یا مقامی حکومتوں کے خلاف علمِ بغاوت بلند کرتے ہیں تو تب امریکا کو اس پر بموں کی بارش کا حق حاصل ہو جاتا ہے۔ پھر تمام کافر مل کر حکومتوں کا تختہ الٹنے کے لیے فوجی یلغار کر دیتے ہیں۔ وہاں کا نظامِ حکومت تباہ کر کے جمہوری نظام کی آڑ میں سیکولرازم کو مسلط کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

بین الاقوامی میڈیا 'کونسل آف فارین ریلیشن' نے لکھا ہے: 'امریکا نے 2016 میں دنیا کے سات ممالک پر '26 ہزار 1 سو اکہتر' بم گرائے ہیں، جن سے ہزاروں افراد جاں بحق اور زخمی ہوئے ہیں۔ یہ 2014 سے پہلے کی تعداد ہے۔ جب کہ امریکا بعد کے دو سالوں سے اب تک افغانستان، لیبیا، یمن اور پاکستان پر بڑے پیمانے پر بمباریوں میں مصروف ہے۔ یہ اعداد و شمار ان مصدقہ معلومات کی بنیاد پر مرتب کیے گئے ہیں، جو امریکی حکومت کی جانب سے میڈیا کو فراہم ہونے پر امریکی تحقیقاتی اداروں کی محنت سے سامنے آئے ہیں۔'

میڈیا نے 'کونسل آف فارین ریلیشن' کی اشاعت اور پالیسی ساز ادارے کی تحقیقات کے بعد لکھا ہے 'امریکا نے گزشتہ سال سب سے زیادہ بمباری شام اور عراق پر کی ہے۔ شام پر 12 ہزار ایک سو بیانوے، جب کہ عراق پر 12 ہزار پچانوے بم گرائے گئے ہیں۔' امریکا نے سال 2016 میں افغانستان پر 1 ہزار تین سو 37 بم گرائے ہیں، جب کہ لیبیا پر 4 سو چھیانوے، یمن پر 34، صومالیہ پر 14 اور پاکستان پر تین بم گرائے ہیں۔' واضح رہے یہ اعداد و شمار صرف امریکی فضائی حملوں کے ہیں۔ جب کہ اتحادی ممالک اور نیٹو نے شام و عراق پر جو فضائی حملے کیے ہیں، ان کے اعداد و شمار الگ ہیں۔ قابل ذکر یہ کہ گزشتہ سال قندوز، اروزگان، پکتیکا اور جلال آباد میں سیکڑوں عام شہری امریکی بمباری میں شہید اور زخمی ہو گئے تھے۔ اس کا اعتراف امریکا نے بھی کیا ہے، اِن حملوں کے بعد تاوان ادا کرنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔

ننگرہار، قندوز اور دیگر صوبوں میں سرکاری حکام شہری ہلاکتوں کے واقعات میں ہمیشہ امریکا سے قبل اعلان کرتے ہیں کہ بمباری میں درجنوں مجاہدین یا داعش جنگجو ہلاک ہوئے ہیں، لیکن بعد میں پتا چلتا ہے کہ بیش تر واقعات میں جاں بحق ہونے والے عام شہری تھے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے امریکا دنیا میں امن نہیں قائم کرنا چاہتا، بلکہ امن اور استحکام کے نام پر بدامنی پھیلاتا ہے۔ نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ کی آڑ میں دہشت گردی کو فروغ دیتا ہے۔ پُر امن و خوش حال قوموں سے سکون چھین کر امن تباہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ اپنے اس مقصد میں کامیاب ہے۔ آج بدامنی کے میدان کا فاتح امریکا ہے۔ سب جانتے ہیں کہ امریکا عالمی امن کا حامی نہیں ہے۔ بش نے پندرہ سال قبل افغانستان پر یلغار کر کے اس جنگ کو 'صلیبی جنگ' کا نام دیا تھا۔ اب دنیا پر واضح ہو گیا ہے کہ امریکی عزائم اُس کے اعلانات سے مختلف ہوتے ہیں۔

اگر ماضی پر نظر دوڑائی جائے تو بھی اس کی دوغلی پالیسی اور انسانیت دشمنی واضح نظر آتی ہے۔ دنیا میں سب سے پہلے امریکا نے ایٹم بم کا حملہ کیا تھا۔ افغانستان اور عراق پر جس جرم کی پاداش میں حملے کیے گئے، وہ آج تک ثابت ہی نہ کر سکا، بلکہ خود اعتراف کیا ہے کہ عراق میں کیمیائی ہتھیار برآمد نہیں ہوئے، لیکن اخلاقی جرأت نہ ہونے کی وجہ سے معافی بھی نہیں مانگی۔ امریکا کو انسانیت دشمن کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ لاکھوں انسانوں کا قاتل اللہ تعالی کے قانونِ انصاف سے بچ نہیں پائے گا۔ امریکا ایک دن ضرور ذلت آمیز ہلاکت کی دلدل میں پھنس جائے گا۔

اِن شاء اللہ

روس، امارت تعلقات امریکا پریشان!

جرس

افغان عوام روس کو ایک ناقابل فراموش دشمن سمجھتے ہیں۔ اپنے شہداء، بیواؤں، یتیموں اور ان کے تباہ حال گھروں کا ذمہ دار تصور کرتے ہیں۔ افغان عوام کو روس سے کچھ اچھی امید وابستہ نہیں ہے۔ جب برہان الدین ربانی کی صدارت میں مجاہدین کی حکومت قائم ہوئی تو انہوں نے اپنے محدود دور حکومت میں پہلے ہی مرحلے میں ڈیڑھ ملین شہداء کے خونی قاتل روسیوں کو بری الذمہ قرار دے کر عام معافی کا اعلان کر دیا۔ امارت اسلامیہ نے اپنے چھ سالہ دور میں روس کو افغان عوام کا خونی قاتل قرار دیے رکھا۔ حتی کہ روسی جارحیت سے متاثر ممالک کے ساتھ سیاسی تعلقات قائم کیے۔ جس کی زندہ مثال اسلامی ملک چیچنیا کو باقاعدہ ملک کی حیثیت سے تسلیم کرنا تھا۔ اب جب امریکا آ گیا ہے، اس نے یہاں فوجی اڈے بنا لیے ہیں۔ یہاں داعش کا فتنہ بھی پیدا کھڑا کیا ہے، جو عراق میں القاعدہ کے خلاف مغربی طاقتوں کے ہاتھوں بنایا گیا ہے۔ جس سے افغان عوام تشویش میں مبتلا ہیں، بلکہ دیگر کئی علاقائی ممالک بھی اس سے بچنا چاہتے ہیں۔

روس کابل میں امریکی موجودگی سمیت داعش سے پریشان ہے۔ اب روس امریکی ہتھکنڈوں سے بچاؤ کے لیے امارت اسلامیہ کے ساتھ دوستی کی گانٹھ لگانے کی فکر میں ہے۔ حتی کہ وہ دیگر علاقائی ممالک کے ساتھ بھی یارانے پختہ کر رہا ہے۔ دوسری طرف امارت اسلامیہ کا غیر جانب دارانہ مؤقف اپنی جگہ قائم ہے کہ کسی بھی ملک کے اندرونی معاملات میں مداخلت ہمارا شیوہ نہیں ہے۔

امارت کی جنگ جارحیت پسندوں کے خلاف ہے۔ امارت اسلامیہ کا سیاسی دفتر روس کے ساتھ اچھے تعلقات کا خواہاں ہونے سمیت تمام ممالک کے ساتھ سیاسی تعلقات اور سفارت کاری پر یقین رکھتا ہے۔ جو مغربی ممالک افغانستان میں جارحیت کا خاتمہ چاہتے ہیں اور افغانستان کی آزادی کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، امارت اسلامیہ ایسے تمام ممالک کے ساتھ سفارتی تعلقات کے سلسلے میں اپنے اصولوں کو مقدم رکھے گی۔ بنیادی طور پر امارت اسلامیہ دو اصولوں کی روشنی میں اپنی داخلہ و خارجہ پالیسی متعین کرتی ہے۔ اول؛ اسلامی ہدایات۔ دوم؛ افغان اقدار و روایات۔ مجموعی طور پر شریعت ہی امارت اسلامیہ کی سیاسی پالیسی کا ماخذ ہے۔

عالمی میڈیا کی رپورٹس کے مطابق امارت اسلامیہ اور روس کے روابط آج سے نہیں، بلکہ 2007 سے شروع قائم ہیں۔ ماضی میں روس کے شمالی اتحاد کے رہنماؤں کے ساتھ گرم تعلقات تھے۔ روس شمالی اتحاد سے قربت کی وجہ سے امارت اسلامیہ سے فاصلے پر رہتا تھا۔ اب وائٹ ہاؤس نے امارت کی برتری کا اعتراف کیا ہے تو روس کی طرح بہت سے دیگر ممالک بھی امارت اسلامیہ کی جانب دوستی کا ہاتھ بڑھائیں گے۔ مجموعی طور پر یہ امارت اسلامیہ کی صداقت، خودمختاری، علاقائی اور دیگر ممالک سے متعلق مثبت خیالات کی دلیل ہے۔ روس داعش کو اپنے ہم خیال ممالک کے لیے بڑا خطرہ سمجھتا ہے۔ روس کو حال ہی میں کابل انتظامیہ کی نیت پر شک ہوا ہے۔ کابل انتظامیہ کی دوُرخی

سیاست کی وجہ سے وہ مزید مایوس ہوا ہے۔ روس کو یقین نہیں ہے کہ امریکا اور کابل انتظامیہ داعش کو ختم کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اس لیے انہوں نے اچانک میڈیا کے سامنے امارت اسلامیہ کے ساتھ اپنے پرانے تعلقات سے پردہ اٹھا دیا ہے۔ جس کا مقصد شاید یہ بھی ہو کہ وہ مغربی ممالک کو مخصوص پیغام دینا چاہتا ہے اور ساتھ ہی امارت کی برتری کا اعتراف بھی کر رہا ہے۔ حال ہی میں کچھ ایسی خبریں بھی شایع ہوئی ہیں کہ امریکا اور کابل انتظامیہ کو امارت اسلامیہ اور روس کے تعلقات نے شدید پریشان کر دیا ہے۔ روز میڈیا پر ان کے خدشات شایع ہوتے ہیں۔ اگرچہ امارت نے ان درمیانی روابط سے متعلق کچھ نہیں کہا، مگر روسی صدر کے خصوصی نمائندے ضمیر کابلوف نے چند روز قبل کابل انتظامیہ کے سامنے ان تعلقات سے پردہ اٹھایا ہے۔ کابل میں روسی سفیر الیگزینڈر میچسکی نے سرکاری طور پر ان تعلقات کی تصدیق کی ہے۔ انہوں نے امارت کے ساتھ تعلقات کو روس کے لیے ضروری قرار دیا۔ روس نے امارت کے ساتھ تعلقات کو اپنی سیاسی کامیابی قرار دیا ہے، لیکن ساتھ ہی اس نے واضح کیا ہے کہ 'ہم نے مجاہدین کو اسلحہ دیا ہے نہ ہی رقم دی ہے۔ امارت کے ساتھ ہمارے تعلقات داعش کی روک تھام کے لیے ہیں۔' دوسری طرف کابل انتظامیہ اور امریکا شدید گھبراہٹ کا شکار ہیں۔ رائٹرز خبر ایجنسی کے مطابق افغانستان کے ایک بڑے سکیورٹی عہدے دار نے روس کی جانب سے امارت کی حمایت کو ایک خطرناک میلان قرار دیا ہے۔ افغانستان میں امریکی مشن کے کمانڈر جنرل جان نکلسن سمیت اکثر تجزیہ کاروں نے اس خطرے کی تائید کی ہے۔

عالمی میڈیا لکھتا ہے: 'جنرل نکلسن نے گزشتہ ہفتے واشنگٹن میں صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے کہا تھا کہ روس نے امارت کی مدد کے لیے ایران اور پاکستان سے تعلقات مضبوط کر لیے ہیں۔ ماسکو امارت کو قانونی تحفظ دینے میں نمایاں کردار ادا کر رہا ہے۔ جب کہ امارت کے مطابق روس کابل میں امریکا کی قائم کردہ انتظامیہ کو گرانا چاہتے ہیں۔ اس کی جگہ ایسی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں، جو اسلام اور افغان ثقافت کی نمائندہ ہو۔ افغانستان میں روسی سفیر الیگزینڈر میچسکی نے ان خبروں کی وضاحت میں کہا ہے کہ 'صرف روس ہی نہیں، جو امارت کے ساتھ روابط رکھے ہوئے ہے، بلکہ امریکا، برطانیہ، جرمنی، چین، پاکستان، ایران، سعودی عرب اور دیگر ممالک بھی امارت اسلامیہ کے ساتھ سے تعلقات چاہتے ہیں، مگر سوال یہ ہے کہ ان تعلقات کے لیے کس کے کیا مقاصد ہیں؟! انہوں نے یہ باتیں ایک پریس کانفرنس میں کیں۔ روسی سفیر کا کہنا تھا کہ امارت کے ساتھ ان کے روابط روسی عوام کے تحفظ اور قومی مصالحت کے لیے کے لیے ہیں۔

امارت اسلامیہ خطے میں ایک سیاسی قوت ہے۔ اسے یہ حق ہے کہ وہ جس ملک سے بھی تعلقات قائم کرنا چاہے، کر سکتی ہے۔ اب وہ وقت قریب ہے کہ بڑی طاقتیں امارت اسلامیہ کے ساتھ سیاسی تعلقات قائم کرنے کے لیے بے چین ہوں گی۔ تاکہ افغانستان کے مستقبل کے جغرافیہ کے حوالے سے خود پر امارت اسلامیہ کا اعتماد بحال کر سکیں۔ اس حوالے سے امریکا اور دیگر لوگوں کی پریشانیاں اُن کا ذاتی عناد ہی ہو سکتی ہیں۔

کابل انتظامیہ اور سیگار کی رپورٹ

سیف العادل احرار

افغانستان کے لیے امداد کے نگران امریکی ادارے ’سیگار‘ نے کہا ہے کہ ’اربوں ڈالر کی امداد کے باوجود وہاں تعمیرنو کا عمل کمزور اور نامکمل ہے۔ مجاہدین افغانستان میں پہلے سے کہیں زیادہ علاقوں کو کنٹرول میں لے چکے ہیں۔ اُن کا دائرہ اثر بہت بڑھ چکا ہے۔‘ میڈیا رپورٹس کے مطابق ادارے نے نئے صدر ڈونلڈ ٹرمپ انتظامیہ کو پیش کی جانے والی اپنی پہلی رپورٹ میں افغانستان میں تعمیرنو کے حوالے سے ہونے والی پیش رفت کی ایک تاریک تصویر پیش کی ہے۔ اس رپورٹ میں اس امر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ افغان انتظامیہ کو مشکل سے آدھے ملک پر کنٹرول حاصل ہے۔ اس کی سکیورٹی فورسز کی نفری کم ہوتی جا رہی ہے۔ منشیات کی پیداوار بڑھ رہی ہے۔ اسپیشل انسپکٹر جنرل فار افغان ری کنسٹرکشنز آفس جان سوپکو نے دو سو اُنہتر صفحات پر مشتمل رپورٹ میں اس طرف توجہ دلائی ہے کہ ہر تین مہینے بعد تیار کی جانے والی رپورٹ نئے صدر ڈونلڈ ٹرمپ کے برسر اقتدار آنے کے بعد سامنے آنے والی اپنی نوعیت کی پہلی رپورٹ ہے۔ مزید یہ کہ واشنگٹن انتظامیہ 2002ء سے اب تک افغانستان میں تعمیرنو اور دیگر منصوبوں کے لیے مجموعی طور پر ایک سو سترہ ارب ڈالر فراہم کر چکی ہے۔

افغانستان کے 34 صوبوں کے 407 اضلاع میں سے 41 اضلاع پر مجاہدین کا مکمل کنٹرول ہے، جب کہ بہت سے اضلاع ایسے ہیں، جن کی ضلعی عمارات پر افغان انتظامیہ کا قبضہ ہے، جب کہ باقی تمام علاقوں پر مجاہدین کا کنٹرول ہے۔ وہ آزادی سے ایک دوسرے علاقے میں نقل و حرکت کرتے ہیں۔ سرکاری فورسز کی عمل داری صرف اضلاع کی سرکاری عمارات تک محدود ہے۔ کچھ صوبے ایسے ہیں، جہاں کے صرف صوبائی دارالحکومتوں پر انتظامیہ کا کنٹرول ہے۔ جب کہ صوبے کے تمام علاقوں پر مجاہدین کا قبضہ ہے۔ کٹھ پتلی حکومت کے مطابق صوبہ ہلمند کے 90 فیصد رقبے اور صوبہ اروزگان کے 95 فیصد حصے پر امارت اسلامیہ کا حکم چلتا ہے۔ اس لحاظ سے مجاہدین کا دعوی ہے کہ افغانستان کے 70 فیصد رقبے پر ان کا کنٹرول ہے۔ جب کہ انتظامیہ 35 فیصد کا دعوی کر رہی ہے۔ جب کہ آزاد ذرائع پچاس سے زائد حصے پر مجاہدین کے کنٹرول کی تصدیق کرتے ہیں۔

افغانستان میں تعینات اعلی ترین امریکی کمانڈر جان نکولسن نے وائس آف امریکا سے ایک خصوصی انٹرویو اور امریکی سینیٹ کے ارکان کے ساتھ دو گھنٹے پر مشتمل طویل مباحثے کے دوران گفتگو میں سوالات کے جواب دیتے ہوئے کہا کہ ’امریکی اور نیٹو افواج افغانستان کی بند گلی میں پھنس گئی ہیں، جو آگے جاسکتی ہیں اور نہ واپس آسکتی ہیں۔ انہوں نے سینیٹ کی آرمڈ سروسز کمیٹی کے رکن جان مکین کے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ امریکا افغان جنگ جیت سکتا ہے نہ اسے چھوڑ سکتا ہے۔ امریکی سینیٹروں نے ان سے سوال کیا کہ آپ اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ امارت نے 2016 میں مزید پیش رفت کی ہے اور گزشتہ سال کی نسبت 15 فیصد مزید رقبے پر اپنا کنٹرول قائم کر لیا ہے؟ جس پر نکولسن نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ ’جی ہاں! مَیں اس بات کی تصدیق کرتا ہوں۔‘ ان کا مزید کہنا تھا کہ افغان فوج کی نفری میں مسلسل کمی کے باعث ایک بحران پیدا ہوا ہے۔ مزید ہزاروں امریکی یا نیٹو فوجیوں کو افغانستان بھیجنے کی ضرورت ہے، تاکہ وہ افغان فورسز کو تربیت اور مشاورت کے سلسلے میں اس کے ساتھ تعاون کریں۔ اس وقت افغانستان میں 13 ہزار تین سو غیر ملکی فوجی تعینات ہیں، جن میں 8 ہزار چار سو امریکی ہیں۔ سابق کمانڈر جنرل طاقت کے مطابق یہ جھوٹ ہے، جس نے امریکی فوجیوں کے اعداد و شمار کی تصدیق ہے ان کے بقول افغانستان میں امریکی تعداد سے کئی گنا زیادہ امریکی فوجی تعینات ہیں۔ جب نکولسن سے پوچھا گیا کہ امارت اسلامیہ دہشت گرد ہے کہ نہیں تو انہوں نے صرف اتنا کہا کہ ”مجاہدین افغانستان میں ہمارے دشمن ہیں!“

افغان اجرتی فورسز جنگ کنٹرول میں مسلسل ناکام ہے۔ ان کی ہلاکتوں میں اضافے پر امریکا اور افغان کٹھ پتلی سخت تشویش میں ہے۔ نکولسن نے امریکی کانگریس کے سامنے اعتراف کیا ہے کہ افغان فورسز کی ہلاکتوں میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ فوج میں بھرتی کی شرح صفر ہے۔ لوگ اپنے بچوں کو پولیس اور فوج میں بھرتی کرنے سے گریزپا ہیں۔ کٹھ پتلی انتظامیہ پر افغان عوام کا اعتماد ختم ہو رہا ہے۔ لوگ سوال کرتے ہیں کہ کابل انتظامیہ اور امریکا کے درمیان سکیورٹی معاہدے کے باجود امریکا افغانستان میں حکومتی رٹ قائم کرنے میں ناکام رہا ہے۔ سنجیدہ حلقوں کی نظر میں موجودہ کابل کٹھ پتلی انتظامیہ امریکی مہرہ ہے۔ امریکی افواج کی موجودگی میں افغانستان میں استحکام اور امن کا قیام ناممکن ہے۔ امریکا افغانستان میں قیام امن، تعمیرنو اور عوام کی خوش حالی کے لیے، نہیں بلکہ قتل عام، غلامی اور تباہی کے لیے قابض ہے۔ جمہوری تاریخ میں پہلی بار بیک وقت دو افراد حکمران ہیں۔ وفاقی کابینہ میں نو وزراتیں خالی ہیں۔ امریکا کی تاریخ میں افغان جنگ سب سے

طویل جنگ ہے۔ جس کی کامیابی کے امکانات بدستور معدوم ہیں۔ کھربوں ڈالر کے ضیاع اور ہزاروں فوجیوں کی ہلاکتوں کے باوجود امریکا نیٹو سمیت افغانستان میں مکمل ناکام رہا ہے۔ تعمیر نو کی حالت بھی دنیا کے سامنے ہے۔ کرپشن اور بدعنوانی میں افغان حکومت سرفہرست ہے۔ امارت اسلامیہ کے سابق دور حکومت میں شمالی اتحاد کے تمام جرائم پیشہ عناصر امریکی آشیرباد سے اب اقتدار پر براجمان ہیں، جن کے ہاتھ ہزاروں افغان مظلوم عوام کے خون سے رنگین ہیں۔ افغان عوام سمجھتے ہیں امریکا افغانستان کی تعمیر نو، اسکولوں، ہسپتالوں، سڑکوں، اچھی حکمرانی کے قیام اور عوام کو روزگار فراہم کرنے کے دعوں میں جھوٹا ہے۔ عوام حکومت میں شامل حکام کو افغان نہیں سمجھتے۔ کیوں کہ اشرف غنی اور حکیمی کے خاندان امریکا، صلاح الدین ربانی، حنیف اتمر اور معصوم ستانکزئی کے خاندان برطانیہ میں مقیم ہیں۔

جن علاقوں پر مجاہدین کا کنٹرول ہے، وہاں مکمل امن ہے۔ امارت اسلامیہ کے تمام ادارے فعال ہیں۔ عدالتیں فوری انصاف فراہم کر رہی ہیں۔ عوام جوق در جوق مجاہدین کی صفوں میں شمولیت اختیار کر رہے ہیں۔ عوام خوشی محسوس کرتے ہیں۔ ان کے جان، مال اور عزت محفوظ ہیں۔ اسی لیے مجاہدین بہت تیزی سے پیش رفت کر رہے ہیں۔ موسم بہار میں نئے عزم کے ساتھ اہم حکومتی مراکز پر تابڑتوڑ حملوں کی منصوبہ بندی ہو رہی ہے۔ حکومت پر شدید دباؤ تھا کہ موسم سرما کی سردی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے امارت کے خلاف آپریشن کرے، لیکن حکومت کے اندرونی اختلافات اور مجاہدین کے اعصاب شکن حملوں نے فورسز کے حوصلے اتنے پست کر دیے ہیں کہ اب وہ جدید وسائل اور امریکی زمینی و فضائی مدد کے باوجود مجاہدین کا سامنا کرنے سے گریزپا ہے۔ مجاہدین موسم سرما کی شدید برف باری کے باوجود اپنے مفتوحہ علاقوں کا کنٹرول برقرار رکھے ہوئے ہیں۔ کئی علاقوں میں مزید پیش رفت بھی ہوئی ہے۔ قندوز، فاریاب، ہلمند، قندھار اور ارزگان کے کئی مزید علاقوں پر کنٹرول بھی حاصل کیا ہے۔ حال ہی میں ہلمند کے ضلع سنگین میں بیس چیک پوسٹوں اور پانچ بڑے فوجی مراکز پر خونریز جھڑپ کے بعد قبضہ حاصل کیا گیا ہے۔ اس جھڑپ میں سو سے زائد فوجی ہلاک ہوئے تھے۔ دشمن کے اوسان خطا اور فورسز کے حوصلے پست ہیں۔ حکومتی ایوانوں میں کھلبلی مچی ہوئی ہے۔

مجاہدین کے حوصلے اتنے بلند ہیں کہ موسم بہار سے قبل نئے اور بڑے حملوں کے لیے بے قرار ہیں۔ اللہ کی نصرت، اچھی منصوبہ بندی، عوام کی بھرپور حمایت اور فورسز کی پسپائی ایسے اسباب ہیں، جنہیں دیکھ کر امریکا، کابل انتظامیہ، عوام اور مجاہدین خیال کر رہے ہیں کہ رواں سال میں مجاہدین بہت اہم کامیابیاں حاصل کریں گے۔

کابل انتظامیہ کے ایک ہزار جنرلز

جمیل عزم

کابل انتظامیہ کی سربراہی اشرف غنی کر رہے ہیں۔ ان کے پہلے معاون جنرل دوستم ہیں۔ کہا جا رہا ہے ان کے پاس گنتی کے ایک ہزار فوجی جنرل ہیں، لیکن امریکی حکام کا کہنا ہے کہ آج تک جنگ کے دوران گنتی کے دس جنرل بھی نظر نہیں آئے، جو مجاہدین کے ساتھ مقابلہ کر رہے ہوں۔ یہ بھی کیا وہ جنرلز واقعی اس قابل ہیں کہ اُن کے سینوں پر فوجی اعزاز کے بیج لگائے جائیں!؟

'جان ایف سوپکو' افغان فوج کی تربیت کرنے والے ایک بااختیار امریکی صاحب منصب ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ 'ہماری فہرست کے مطابق افغان فوج کی تعداد ساڑھے تین لاکھ ہے، جس میں ایک ہزار وہ جنرلز بھی ہیں، جنہیں صدر اشرف غنی فوجی اعزازات سے نواز چکے ہیں۔ کیوں کہ ہر ماہ بیسیوں فوجی مجاہدین کے ساتھ مقابلے میں مارے جاتے ہیں۔ ظاہر ہے ان عام فوجیوں میں مرنے والے دو چار جنرل بھی ہوں گے، لیکن یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے کہ فوج کی معاشی اور دیگر ضرورتوں میں کمی بیشی کیوں نہیں ہوتی؟ ہمیں ہر سال یہی ساڑھے تین لاکھ تعداد سننے کو ملتی ہے! سوپکو کا کہنا ہے کہ ہمیں ایک ہزار جنرل کی تعداد کسی خیالی پلاؤ سے کم نہیں لگتی۔ ایسا بھی ممکن ہے کہ سیاسی اور تنظیمی مفادات کے پیش نظر اُنہیں جنرل ظاہر کیا گیا ہو۔ یہ تشویش ناک امر ہے کہ طویل عرصہ گزرنے کے بعد بھی ہمیں یہ تک معلوم نہ ہو سکا کہ افغان فوج کا معاشی نظام کیا ہے اور نہ ہی یہ معلوم کیا ہے کہ اس فوج کی کل تعداد کتنی اور کہاں ہے؟ فوجی ماہرین کا کہنا ہے کہ کابل انتظامیہ کی بنیاد دوغلے پن اور فساد پر رکھی گئی ہے، جس کی صف اول میں اسلام اور افغانستان کے ساتھ غداری کی طویل داستان رکھنے والے لوگ شامل ہیں۔ اس لیے یہ ناپاک ضمیر لوگ مجبور ہیں کہ وہ اپنی ظالمانہ سیاہ کاریوں کو دوام بخشیں، جن کی بنیاد ہی ظلم و سربریت پر رکھی گئی ہے۔ ان لوگوں کو اپنے اردگرد جمع کر کے انہیں جعلی جنرل بنا رکھا ہے، جو مظلوم عوام پر مسلط ہیں۔ جس کی تازہ مثال جنرل دوستم، جنرل حضرت علی اور جنرل زرداد فریادی ہیں۔

ایک جنرل صاحب شمالی افغانستان میں عام مسلمانوں کو قتل کرتے ہیں۔ انہیں پرائیوٹ جیلوں میں ایسے مظالم کا نشانہ بناتے ہیں، جن سے انسانی شرافت و عظمت خاک میں مل جاتی ہے۔ جب کہ دوسرے جنرل صاحب مشرقی افغانستان میں اسی روش کو اختیار کیے ہوئے ہیں۔ وہ اپنے ماتحتوں کے ذریعے عورتوں کی عفت لوٹنے کا کام کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنے سپاہیوں کو دو بہنوں کو ایک ساتھ نکاح میں رکھنے کی اجازت بھی دے رکھی ہے۔ ایک اور جنرل صاحب بھی حال ہی میں میدان میں اتارے گئے ہیں، انہیں بھی ہر ناجائز کو جائز قرار دینے کا اختیار دیا گیا ہے۔

کٹھ پتلی اور اُجرتی انتظامیہ کے یہ وحشت ناک مظالم امریکی آقا کا ایک سوچا سمجھا منصوبہ ہیں۔ وہ چاہتا ہے کہ مجاہدین اور یہاں کے دین دار لوگوں کے سروں پر ننگ دین و تہذیب اور ہر قسم کی اخلاقی و انسانی اقدار سے عاری طبقے کو مسلط رکھا جائے۔ لیکن اسلام دشمن قوتیں اپنے ان ناپاک عزائم میں ناکام و نامراد ہوں گی۔

مجاہد با اخلاق ہوتا ہے!

عبداللہ رحمانی

اسلام نے اپنے پیروکاروں کو زندگی گزارنے کے لیے مختلف آداب سکھائے ہیں، جن کا لحاظ رکھتے ہوئے گزاری گئی زندگی دنیا و آخرت کی کامیابی کا ذریعہ ہے۔ اگر ہم تاریخ اسلام پر نظر ڈالیں تو یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ مسلمانوں نے ہر وقت اور ہر میدان میں تب کامیابی حاصل کی، جب انہوں نے اسلامی احکام اور اسلامی آداب کی مکمل رعایت کی ہے۔ اسی لیے اسلام دشمن قوتوں کی ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ مختلف حیلوں اور بہانوں سے مسلمانوں کو اسلام سے دور رکھا جائے۔ اسلام کا دفاع اپنے خون سے کرنے والے مجاہدین کے مقابلے کے لیے کفریہ قوتیں عسکری محاذ سمیت تہذیبی میدان میں بھی پوری طرح سرگرم ہیں۔

مجاہدین کو دہشت گرد، بنیاد پرست، آبادی اور ترقی کے دشمن جیسے ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ اسلام دشمن قوتیں جس قدر مجاہدن کے خلاف نفرت پھیلانے کی کوشش کرتی ہیں، اسی قدر مسلمانوں کے دلوں میں مجاہدین کی عزت زیادہ ہوتی جا رہی ہے۔ اسلام دیگر آداب کے ساتھ عمدہ اخلاق کی بھی تلقین کرتا ہے۔ کیوں کہ اخلاق ہی وہ سرمایہ ہے، جس کے ذریعے دوستوں میں اضافہ کیا جا سکتا ہے۔ لوگوں کے دلوں میں عزت و احترام پیدا ہو سکتا ہے۔ اسلام میں عام مسلمانوں کے علاوہ مجاہد ایک خاص مقام رکھتا ہے۔ قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں مجاہدین کے بہت فضائل بیان ہوئے ہیں۔ علماء نے اس پر مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ یہاں صرف مجاہد کے اخلاق و کردار اور دنیا پر اس کے اثرات واضح کرتے ہیں۔

بہترین اخلاق نہ صرف نہایت ہی نیک عمل ہے، بلکہ دنیا کے اصلاح کے لیے بھی سب سے زیادہ کار آمد ہی سرمایہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نیک اخلاق سے متاثر ہو کر ہی کافروں نے اسلام قبول کیا تھا۔ بہترین اخلاق وہ ہتھیار ہے، جس سے دل فتح کیے جاسکتے ہیں۔ اسی لیے مجاہد کو چاہیے کہ وہ نیت کی دُرستی اور عبادات کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ اپنے اخلاق اور کردار کی بھی اصلاح کرے۔ مجاہد کے لیے بہترین اخلاق کے علاوہ عبادات کے معاملے میں بھی عام انسانوں سے بڑھ کر کوشش کرنی چاہیے۔ پنج وقتہ نماز باجماعت ادا کرنے کا اہتمام کرے۔ اذکار و مسنون اعمال کی پابندی کرے۔ والدین کے حقوق ادا کرنے میں بھی سستی اور غفلت نہ برتے۔ ان کے ساتھ ادب و احترام سے پیش آئے۔ بچوں پر شفقت اور بڑوں کا احترام کرے۔ ہمسائے کے حقوق کا خیال رکھے۔ ان کے جان و مال کی حفاظت کرے۔ بیماروں کی تیمارداری کرے۔ اسلام میں تیمارداری کی بہت فضیلت بیان ہوئی ہے۔ اسی طرح مسلمانوں کے ساتھ نفرت، عداوت، کینہ، بغض اور عناد جیسی مہلک بیماریوں سے بچنے کی کوشش کرے۔ یہ وہ بیماریاں ہیں، جو نیک اعمال کا ثواب ضایع کر کے محبت اور بھائی چارے کی فضا ختم کرتی ہیں۔

علماء فرماتے ہیں، اگر نیک اعمال ضروری ہیں تو ان کی حفاظت کرنا اس سے کہیں زیادہ ضروری ہے۔ مجاہد کے لیے ان باتوں کا خیال رکھنا ازبس ضروری ہے۔ کیوں کہ انہوں نے دنیا کی ہر راحت و آسائش کو چھوڑ کر خود کو اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے وقف کر رکھا ہے۔ وہ اس مقصد کے لیے ہر قسم کی تکالیف بھی برداشت کرتا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو، وہ آخرت میں ان اعمال کے ثواب سے محروم رہے۔ مجاہد کی مجلس عام انسانوں کے لیے پند و نصیحت ہونی چاہیے۔ لوگوں کو اس کے اخلاق و کردار دیکھ کر جہاد سے محبت پیدا ہو۔ نوجوانوں میں جذبہ جہاد پیدا ہو۔ اسے دیکھ کر والدین میں یہ احساس پیدا ہو کہ وہ اپنے بچوں کو مجاہدین کے حوالے کریں۔ ان کے محاذ مدرسہ ہوں۔ عام مسلمانوں کو وہاں سے احکام جہاد سکھائے جاتے ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ مجاہد کی مجلس اور اس کی باتوں سے لوگوں کو جہاد سے متعلق بدگمانی پیدا ہو۔ اس کے اخلاق اپنے ہی ساتھیوں تک محدود نہ ہوں، بلکہ ہر مسلمان کے ساتھ اپنے بھائی جیسا رویہ رکھے۔ اپنوں اور غیروں، سب کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آئے۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے سامنے بہترین اخلاق کا نمونہ پیش کیا، جس کا اعتراف مستشرقین نے بھی کیا ہے کہ "دنیا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ بہترین اخلاق کا حامل کوئی نہیں آیا۔" قرآن کریم میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہترین اخلاق کا ذکر ہے۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں؛

'انك لعلى خلق عظيم'

بے شک آپ اعلی اخلاق کے والے ہیں۔ دوسری جگہ ارشادِ باری تعالی ہے:

'ادع الی سبیل ربك بالحکمة و الموعظة الحسنة'

لوگوں کو حکمت و نصیحت کے ساتھ اللہ کی طرف بہائیں۔ اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اخلاق کے بارے میں اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے:

'والذین معه اشداء علی الکفار رحماء بینهم'

وہ (صحابہ) کفار کے مقابلے میں نہایت سخت، جب کہ اپنوں کے لیے انتہائی نرم ہیں۔

موجودہ دور میں لوگ مجاہدین کے اخلاق و کردار سے زیادہ امیدیں وابستہ رکھتے ہیں۔ کیوں کہ بہتر مستقبل انہی مجاہدین سے وابستہ ہے۔ اس لیے مجاہدین کو اپنی پالیسیاں عوام کی ضرورتوں کے مطابق نبوی منہج پر رکھنی چاہییں۔ اپنے اسلاف کے نقشِ قدم پر چلنا چاہیے۔ جو لوگ مجاہدین کے ساتھ تعاون کرتے ہیں۔ اُن کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آتے ہیں۔ بیواؤں، یتیموں اور غربا کا خیال رکھتے ہیں۔ بوڑھوں اور عام لوگوں کے ساتھ خیر خواہی کرتے ہیں۔ یہ یقینی ہے کہ اللہ تعالی کفار و منافقین کے دلوں میں مجاہدین کا رعب و دبدبہ بٹھائیں گے۔ جس کی زندہ مثال رواں جہاد ہے۔ جہاں مجاہدین عوام کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آتے ہیں، وہاں لوگ ان کے ساتھ تعاون بھی کرتے ہیں۔ وہاں فتوحات بھی حاصل ہوتی ہیں۔ تعلیمی ادارے مجاہدین کے زیر نگرانی تعلیمی مشاغل میں مصروف ہیں۔ اگر ہم تاریخِ اسلام پر نظر ڈالیں تو یہ بات عیاں ہے کہ مجاہدین کے نیک اخلاق کی بدولت قوت و طاقت بھی حاصل ہوتی ہے۔ اسی طرح مسلمانوں کی قلیل تعداد نے محدود وسائل کے باوجود کفار کے بڑے لشکروں پر فتح حاصل کی ہے۔ جیسا کہ اوباما نے ناکامی کا اعتراف کیا ہے۔ حالانکہ امریکا ہر قسم کے جدید وسائل سے مالامال ہے۔ وہ اس کے باجود چند بے سروسامان مجاہدین شکست کھا گیا ہے۔

مجاہدین اب بھی اپنے اسلاف کی تاریخ زندہ کر کے اپنا نصب العین اور مقاصد حاصل کر سکتے ہیں، تاکہ مسلمان کفار کے ظلم و ستم سے نجات پا سکیں۔ اللہ تعالی کی مدد و نصرت اسلام کی مکمل تابع داری میں پوشیدہ ہے۔ جب یہ جوہر مل جائے تو امریکا جیسا فرعون بھی مجاہدین کے سامنے پانی بھرتا نظر آتا ہے۔ اس لیے مجاہدین کے لیے ضروری ہے کہ وہ مزید فتوحات کے لیے اپنے مفتوحہ علاقوں میں اسلام کا کامل نفاذ رُوبہ عمل لائیں۔

موسم سرما کی جہادی کارروائیاں!

معین احمد

عام طور پر موسم سرما کے آغاز پر افغانستان میں جہادی کارروائیوں کی شدت میں کمی آ جاتی ہے۔ کیوں کہ مجاہدین عام طور پر غیر ملکی افواج اور کابل حکومت کے خلاف گھات لگا کر کارروائیاں کرتے ہیں۔ مجاہدین اپنے تابڑتوڑ اور گوریلا حملوں کے لیے چھوٹے ہتھیار، موٹر سائیکل اور چھوٹی گاڑیاں استعمال کرتے ہیں۔ چوں کہ گوریلا جنگ میں سب سے زیادہ کامیاب گھات لگا کر، خاص طور پر رات کو کی جانے والی کارروائیاں ہوتی ہیں۔ البتہ یہ دونوں کام سرد علاقوں میں سردی کے باعث قدرتی طور پر قریب قریب ناممکن سے ہو جاتے ہیں۔ اس لیے مجاہدین کی کارروائیوں میں بھی کمی محسوس ہوتی ہے۔ جب کہ رواں سال موسم سرما میں شدید سردی کے باوجود مجاہدین کی جرأت اور بلند حوصلوں کی بدولت افغانستان کے بیشتر علاقوں میں جہادی سرگرمیاں بغیر تعطل کے جاری رہیں۔

امریکی اور نیٹو حکام نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے کہ اس سال موسم سرما کے دوران امارت اسلامیہ کے فوجی آپریشن میں کمی نہیں آئی۔ اس وقت فروری کی سردی کی لہر برقرار ہے۔ مجاہدین افغانستان کے مختلف علاقوں میں جہادی کارروائیوں میں مصروف عمل ہیں۔ دشمن کے ٹھکانے مجاہدین کی جانب سے بدستور محاصرے میں ہیں۔ اس وقت ہلمند، قندھار، قندوز، غزنی، بدخشان، تخار، ننگرہار اور دیگر صوبوں میں دشمن نے مختلف ناموں سے فوجی کارروائیوں کے دعوے کیے ہیں۔ اس کے باوجود مجاہدین نے ان کے مقابلے میں فاتحانہ جہادی محاذ گرم کر رکھا ہے۔ مجاہدین نے دفاعی اور سکیورٹی حکام کے اعتراف کے مطابق گزشتہ سال دشمن کے ٹھکانوں اور مراکز پر 19 ہزار سے زائد حملے کیے ہیں۔

میڈیا اور جرمن ویب سائٹ کی رپورٹ کے مطابق وزارت دفاع کے ترجمان جنرل وزیری نے اعتراف کیا ہے کہ مجاہدین نے گزشتہ 10 ماہ کے دوران کابل فورسز کے خلاف 19 ہزار حملے کیے ہیں۔ انہوں نے کابل میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ گزشتہ سال کی نسبت رواں سال مجاہدین کے حملوں میں کئی گنا اضافہ ہوا تھا۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ مجاہدین کے 19 ہزار حملوں کے مقابلے میں حکومتی فورسز نے صرف 700 حملے کیے ہیں۔ یہ اعداد و شمار مجاہدین کے ہزاروں حملوں کی تعداد کے مقابلے میں بہت کم ہیں۔ اگر واقعی جنرل وزیری کی جانب سے حکومتی فورسز کے خلاف مجاہدین کے حملوں کے اعداد و شمار صحیح ہیں تو یہ فوجی نقطۂ نظر سے سرکاری فوج کی نسبت امارت اسلامیہ کی فعال حیثیت اور کامیابی کی واضح دلیل اور ثبوت ہے۔

کیوں کہ مجاہدین ایک ماہ کے دوران اوسطا 1900 فوجی حملے کر سکتے ہیں۔ اتنے زیادہ حملوں کے لیے بہت سے فوجی اہل کاروں، زیادہ فوجی سامان، وسائل اور زیادہ اراضی پر حاکمیت کی ضرورت ہے۔ ان تمام امور کا موازنہ کیا جائے تو کٹھ پتلی انتظامیہ کی فورسز اور فوج پر امارت اسلامیہ کے مجاہدین کی طاقت اور کامیابی خوب واضح ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ مخلوط جمہوری اتحاد کی افغانستان میں کوئی فوجی حاکمیت ہے اور نہ ہی عوام کی حمایت حاصل ہے۔ کیوں کہ جب ایک حکومت اپنے مخالفین کی جانب سے ایک ماہ کے دوران 1900 حملوں کی زد میں ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ حکومت کے حامیوں کے مقابلے میں اس کے مخالفین زیادہ ہیں۔

فتنوں سے بچیے!

ملا محمود

سرور دوجہاں ﷺ کی ذات ستودہ صفات کی وجہ سے اللہ تعالی نے اس امت کو اجتماعی فتنوں اور آزمائشوں سے محفوظ فرمایا ہے، لیکن کچھ فتنے ایسے بھی ہیں، جو انفرادی طور پر امت میں سرایت کر جاتے ہیں۔ ان فتنوں کی ہلاکت خیزی اتنی مؤثر ہوتی ہے، جس سے دھیرے دھیرے پورے نظام میں بھونچال کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے، جو نہایت ہی ہلاکت خیز اور تباہ کن ہوتی ہے۔ ویسے تو نبی کریم ﷺ کی رحلت کے بعد سے ہی امت میں فتنوں کا ظہور شروع ہو گیا تھا، لیکن چوں کہ تب دعوت کا نظام بہت مؤثر تھا، جس کے اثرات لوگوں کے قلوب و اذہان پر موجود تھے۔ اس لیے فتنے اپنا پورا اثر نہیں دکھا سکے تھے۔ آج ساڑھے چودہ سو برس گزرنے کے بعد ایمانوں میں کمزوری اور قوی و عزائم میں بھی اختلال پیدا ہونے لگا ہے، اس لیے جہاں فتنوں کا اثر سرعت کے ساتھ پڑتا ہے، وہاں دیرپا بھی ہوتا ہے۔

اگر تاریخ اسلام پر نظر ڈالی جائے تو مختلف قسم کے فتنے مسلمانوں کے ایمان کو غارت کرنے کے لیے منڈلاتے رہے ہیں۔ قانون ربانی کے مطابق ایسے حالات میں وہ رجال کار بھی موجود رہے ہیں، جو ان فتنوں کی بیخ کنی کے لیے سربکف رہتے ہوئے امت محمدیہ علی صاحبہا الف الف صلوۃ کو ان سے بچنے کی تاکید کرتے رہے ہیں۔ محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ نے فتنوں کی دو بنیادی قسمیں لکھی ہیں:

1- عملی فتنے۔ 2- علمی فتنے۔

یہ دونوں فتنے اسلام کے دور اول سے آج تک سر اٹھائے رہے ہیں۔ ان کی سرکوبی کے لیے الگ طریقہ کار عمل میں رہا ہے۔ فی زمانہ عملی فتنوں کے خاتمے کے لیے تبلیغی جماعت کی صورت میں جو کام جاری ہے، وہ نہایت کامیاب اور حوصلہ افزا ہے۔ وہ کافی حد تک اپنے مقاصد میں کامیاب بھی ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں دنیا جہاں کے گمراہ افراد اسی تبلیغی کوششوں کی وجہ سے راہِ حق کے ایسے مسافر بنے، جو اپنے مال، جان اور وقت تک اس راہ میں لٹا رہے ہیں۔ ہم بجا طور پر کہہ سکتے ہیں کہ عملی فتنوں کے لیے یہی طریقہ سب سے زیادہ کارگر ثابت ہوا ہے۔ البتہ علمی فتنوں کی روک تھام اس طریقے سے ممکن نہیں ہے۔ علمی فتنوں کے لیے باقاعدہ علمی مجالس اور علمی و اصلاحی طریقے سے منظم کام کی ضرورت ہے۔ کیوں کہ علمی فتنوں کے دلائل قوی ہوتے ہیں۔ فلسفیانہ انداز میں دین کی تشریح و توضیح کی جاتی ہے، جو ایک عام انسان کی ذہنی سطح سے اوپر کی بات ہے۔

نبی کریم ﷺ نے مختلف فتنوں کی نشان دہی فرمائی ہے، جو محدثین کرام نے اپنی کتب میں تحریر فرمائے ہیں۔ مشکوۃ شریف کی ایک حدیث میں فتنوں کو بارش کی طرح برسنے سے تشبیہ دی ہے۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کے ایک بلند مکان کی چھت پر چڑھے اور فرمایا کہ تم اس چیز کو دیکھ رہے ہو، جسے مَیں دیکھ رہا ہوں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جواب دیا نہیں! آپ ﷺ نے فرمایا مَیں اُن فتنوں کو دیکھ رہا ہوں، جو تمہارے گھروں میں بارش کی طرح برس رہے ہیں۔

ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہوا ہے: نبی کریم ﷺ مشرق کے فتنے سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ آپ سے دریافت کیا گیا کہ مغرب میں بھی فتنہ ہو گا؟ آپ نے فرمایا: وہ تو بہت ہی بڑا ہے۔ بہت ہی بڑا ہے۔ اپنے گرد و پیش کے حالات پر معمولی نظر رکھنے والے کو نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد کا حرف حرف سچ اور حق ثابت ہوتا دکھائی دے گا۔ آج کل مغرب سے جو نوع بہ نوع فتنے ابھر رہے ہیں، انہوں نے امت مسلمہ کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے۔ ایمان سے لے کر عقائد تک اور نیتوں سے لے کر اعمال تک ہر چیز میں فساد برپا ہے۔ عورت کو ہتھیار کے طور استعمال کر کے ایمانوں کو غارت کیا جا رہا ہے۔

ہماری نظر میں اس صورت حال کا واحد سبب قرآنی تعلیمات سے روگردانی ہے۔ تاریخ گواہ ہے، جب بھی مسلمانوں نے اپنی زندگیوں کو قرآنی تعلیمات کے ابدی دستور کے مطابق چلایا ہے، وہ سیاہ وسفید کے مالک بنے ہیں۔ البتہ جب انہوں نے قرآنی تعلیمات سے روگردانی کی ہے تو بے چینی کے مناظر ہر طرف دیکھنے کو ملتے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمان اپنے حالات کا بغور جائزہ لیں۔ علما کی مجالس میں بیٹھیں۔ دین کا بنیادی علم سیکھیں۔ ہر قسم کے فتنوں سے متعلق اپنے علاقے کے علما سے پوچھیں اور اُن سے بچنے کی کوشش کریں۔

امارت کے مختلف ممالک سے تعلقات

حماد نیازی

امریکا کا مقابلہ میدانِ جنگ میں کرنے کے ساتھ ساتھ سیاسی میدان میں بھی معرکہ سجانا ضروری ہے۔ اس لیے امارت اسلامیہ نے 2013 میں عرب ملک قطر میں ''سیاسی دفتر' کھولا۔ یہ دفتر امریکا اور امارت کے درمیان براہ راست مذاکرات کے لیے قائم کیا گیا تھا۔ جب امارت کی طرف سے کہا گیا کہ 'ہم کابل انتظامیہ کے ساتھ مذاکرات نہیں کریں گے۔ کیوں کہ وہ امریکا کی کٹھ پتلی اور ایک غلام ادارہ ہے۔ وہ امریکا کی اجازت کے بغیر کچھ کرنے کا مجاز نہیں ہے۔ اس کے پاس اختیارات نہیں ہیں۔' تب کرزئی انتظامیہ نے قطر دفتر بند کرنے کی کوشش کی۔ قیام امن کے لیے مذاکرات کی کوششوں کو سبوتاژ کر دیا گیا اور آخر دفتر کو بھی بند کر دیا گیا۔ امارت کے سیاسی دفتر کے ارکان نے مختلف مواقع پر کئی ممالک کے غیر اعلانیہ دورے کیے، جہاں امارت کا اصولی مؤقف پہنچایا گیا۔ جب کہ کئی ایک عالمی کانفرنسوں میں شرکت کر کے افغان مسئلے کی حقیقت کو دنیا کے سامنے واضح کیا۔ جب سیاسی ارکان کی ان ملاقاتوں کا حال میڈیا کے ذریعے دنیا کو معلوم ہوا تو پھر سیاسی دفتر نے اعلانیہ ملاقاتیں شروع کر دیں۔

داعش کی پیدائش

امریکا نے 2015 کے آخر میں علاقائی ممالک کی انٹیلی جنس کی باہوں میں باہیں ڈال کر داعش کو جنم دیا۔ اِس امریکی اولاد کی پیدائش و افزائش کا مقصد عرب دنیا میں میدان جنگ گرم رکھنا، ایران اور عرب ممالک کو باہم دست و گریبان رکھنا، حقیقی مجاہدین کو کمزور کرنا، خلافت اور جہاد کو بدنام کرنا، اسرائیل کی سلامتی کو یقینی بنانے سمیت امریکی حریف روس کو جنگ کی آگ میں دھکیلنا شامل ہے۔ جب داعش عراق و شام میں پیدا ہوئی تو مغربی میڈیا نے اس کے لیے وسیع پیمانے پر پروپیگنڈا کیا۔ اس کے منفی کردار کو نکھارنے کے لیے اہم کردار ادا کیا۔ اس دودھ پیتے بے بی کی جتنی طاقت تھی، اُس سے بڑھ کر اُسے پیش کیا۔ جب داعش کچھ بڑی ہوئی تو اُس نے میڈیا میں اشتہار دے کر اپنا نام ''خلافتِ اسلامیہ'' رجسٹر کروالیا۔ جس کی وجہ سے کئی ہلکی سمجھ کے نوجوان فریب کھا کر اس چینی ملِے شہد کے گرد بھنبھنانے لگے۔

عراق، شام اور تمام عرب دنیا میں سنی اور شیعہ نام کی لڑائی شروع کر دی۔ اسرائیل کے بجائے مجاہدین پر گولیاں برسادی گئیں۔ گلی کے آوارہ لڑکوں کی طرح امیروں کی دولت لوٹ کر غریبوں میں بانٹنے کے بہانے مظالم کی ایسی داستانیں رقم کیں، جن کی مثالیں نہیں ملتیں۔ اسلام کا نام لینے والی داعش نے اسرائیل کو تو کچھ نہیں کہا، اُلٹا مسلمانوں ہی کے سر کاٹنے لگی۔ روس نے اس وقت داعش کا خطرہ محسوس کیا، جب اس کو افغانستان بھیجا گیا۔ روس نے داعش کی جڑیں کاٹنے کے لیے اپنی فوجیں شام میں اتار دیں۔ جس کی وجہ سے شام میں وحشت اور سربریت کی وہ قیامت برپا ہوئی، جس پر کافروں تک کے دل دہل گئے۔ ایک داعش ہی ہے، جسے شامیوں کی زندگی اُجڑنے پر خوشی ہے۔

داعش کی افغانستان منتقلی:

داعش کے عراق میں ہولناک تجربے کے بعد اسے افغانستان لایا گیا، تاکہ 'خلافتِ اسلامیہ اور امارتِ اسلامیہ'' کا نام نہاد جھگڑا کھڑا کر کے مجاہدین کا راستہ روکا جائے۔ روس، چین، ایران وغیرہ سمیت داعش کو بظاہر اپنا دشمن سمجھنے والے ممالک کو افغانستان میں گھسیٹ کر اِسے کھنڈرات بنا دیا جائے۔ یہی وجہ ہے شروعات میں داعش کو ایرانی سرحدی صوبوں، ہلمند اور زابل میں منظرِ عام پر لانے کے بعد افغان مشرقی صوبے ننگرہار کی طرف سے چین اور شمالی صوبوں میں ازبکستان اور ترکمانستان کو ڈرانے کے لیے تعینات کیا گیا۔ داعش نے افغانستان میں قدم جماتے ہی صوبہ زابل میں ایک مسافر بس میں سوار ہزارہ برادری کے افراد کو اغوا کر لیا، جن میں خواتین اور بچے بھی شامل تھے۔ موجودہ افغان جنگ میں یہ پہلا واقعہ تھا، جس پر افغان عوام نے حیرت کا اظہار کیا۔ اس سے پہلے اس طرح کا کوئی واقعہ رونما نہیں ہوا تھا۔ داعش کی پہلی سازش یہ تھی کہ وہ افغانستان میں شیعہ سنی نام کی جنگ شروع کرے۔

داعش کی امارت کے ساتھ جنگ:

میڈیا اور حکام نے ہزارہ لوگوں کے اغوا میں مجاہدین کو ملوث قرار دیا۔ تاہم امارت نے اعلان کیا کہ وہ اس اغوا میں ملوث نہیں ہیں، بلکہ وہ مغویوں کی بازیابی کے لیے بھرپور کوشش کرے گی۔ امارت نے داعش کی پست ذہنیت کی خطرناکی کو

سمجھتے ہوئے بہت مہارت سے زابل، ہلمند اور شمال میں اِس امریکی اولاد کو بھی افغان پہاڑوں میں دفن کر دیا۔ سیکڑوں داعشی دہشت گردوں کو زابل میں تعینات کیا گیا، جو حیرت انگیز طور پر جدید ہتھیاروں سے لیس تھے۔ وہ بہت مغرور تھے۔ امارت نے کئی ماہ تک انہیں مسلسل مختلف وفود کے ذریعے مظالم اور وحشت سے دست بردار ہونے کو کہا۔ تاہم ان ہلکی سمجھ والے بندوق بردار مغرور بچوں نے کسی بات پر کان نہ دھرے۔ جب یہ ظاہر ہو گیا کہ یہ لوگ سمجھنے والے نہیں ہیں، تب ان کے خلاف آپریشن شروع کیا گیا۔ جس میں ایک آدھ دن میں ان سب کا خاتمہ کر کے ہزارہ مغویوں کو بازیاب کرا لیا گیا۔ داعش کی شمالی صوبوں میں اتنی تعداد نہیں تھی، جس کے خلاف مجاہدین عملی اقدام کریں۔ وہ دوسرے صوبوں میں اپنی درگت بنتے دیکھ کر مجاہدین کی آنے سے پہلے ہی ننگرہار سے دم دبا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

افغانستان میں داعش کی پیدائش:

پارلیمنٹ کے رکن حاجی ظاہر قدیر نے متعدد بار برملا یہ کہا ہے کہ 'میرے پاس ایسے مصدقہ شواہد موجود ہیں کہ قومی سلامتی ادارہ داعش کو فروغ دے رہا ہے۔ داعش کے کمانڈر قومی سلامتی ادارے کے رہنماؤں کے ساتھ کابل میں مقیم ہیں۔ حاجی قدیر نے یہ بھی واضح کیا کہ امریکی اور قومی سکیورٹی ادارے کے اہل کار ہیلی کاپٹروں میں ننگرہار کے پہاڑی علاقوں میں داعش کے لیے اسلحہ اتارتے ہیں۔ پارلیمنٹ کے دیگر ارکان نے بھی اس طرح کے انکشافات کیے ہیں۔ میڈیا نے بھی ایک ایسی رپورٹ شایع کی ہے، جس کے مطابق شمالی اتحاد کے کمانڈر داعش کو ہتھیار فراہم کر رہے ہیں۔ جب کہ داعش کا ریڈیو جلال آباد ہوائی اڈے سے نشریات جاری رکھے ہوئے ہے۔ مقامی لوگوں نے بھی ننگرہار، پکتیکا اور دیگر علاقوں میں ان طیاروں کو دیکھا ہے، جو داعشی لڑاکوں کو منتقل کرنے کے ساتھ ساتھ انہیں ہتھیار بھی سپلائی کرتے ہیں۔ باوثوق ذرائع نے یہ بھی بتایا ہے کہ افغانستان میں داعش گروپ کے سربراہ عبدالرحیم مسلم دوست بھی کابل میں رہائش پذیر ہیں۔ جب داعش کو ہتھیاروں کی ضرورت ہوتی ہے تو مسلم دوست انہیں طیاروں کے ذریعے ہتھیار فراہم کرتے ہیں۔

داعش کے بہانے مراعات:

ایک جانب کابل انتظامیہ داعش کو ابھارنے کے لیے اس کی خفیہ مدد بھی کرتی ہے اور دوسری جانب اس کے خلاف نمائشی آپریشن بھی، تاکہ داعش کے خلاف ایک فرضی جنگ کے بدلے روس، چین اور ایران سے مراعات وصول کرے۔ کابل انتظامیہ نے اس حوالے سے روس، چین اور ایران کے دورے کر کے اُن سے کچھ مراعات حاصل کرنے میں کامیابی بھی حاصل کی ہے۔ روسی حکومت نے کابل انتظامیہ کو دس ہزار کلاشنکوفیں فراہم کی ہیں۔ جب روس، چین اور ایران کو معلوم ہوا کہ کابل حکومت داعش کے بہانے ان سے مراعات اینٹھنے کے چکر میں ہے، جب کہ داعش کی تربیت اور اُٹھان میں خود کابل انتظامیہ ملوث ہے، پھر یہ ممالک متبادل راستوں پر غور کر کے مجبور ہوئے کہ اس سلسلے میں امارت سے رابطہ کیا جائے۔ امارت کے سیاسی دفتر نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کے سامنے حالات کو مزید وضاحت کیا۔ انہیں کابل انتظامیہ اور امریکی سازشوں سے آگاہ کیا۔ اپنا منصفانہ سیاسی مؤقف سامنے رکھا۔ جس کی معروضیت کی بنیاد پر ان ممالک نے امارت کے ساتھ اعلانیہ تعلقات قائم کر کے امارت کو باضابطہ طور پر افغانستان کی مضبوط عسکری اور سیاسی قوت تسلیم کیا۔ واضح رہے، امارت کے روس، چین اور ایران کے ساتھ سیاسی تعلقات کی تہ میں ہتھیاروں کی فراہمی کے سلسلے میں اب تک کوئی خفیہ و اعلانیہ معاہدہ نہیں ہوا ہے۔

مغربی میڈیا کی غلط بیانیاں:

ظاہر ہے چین اور روس جیسے امریکی حریف ممالک کے ساتھ امارت کے تعلقات امریکا و نیٹو کے لیے شدید سیاسی ڈپریشن کا باعث ہیں۔ اس لیے مغربی غلام میڈیا زہریلے پروپیگنڈے کے ذریعے امارت کے تعلقات کو سبوتاژ کرنے کی تگ و دو میں ہے۔ جب کہ کسی بھی ملک کے ساتھ تعلقات استوار کرنا آزادی کی علامت ہونے کے ساتھ ساتھ ہر کسی کا بنیادی حق بھی ہے۔ جس پر کسی 'طفیلی' اور 'ٹھیکیدار' کو چوں چراں کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اسلام مسلمانوں کے مفادات کے تناظر میں مختلف امور کے سلسلے میں مخالفوں سے بھی تعلقات بنانے کی اجازت دیتا ہے۔ اگر تعلقات بنانا ناجائز ہے تو وہ کابل انتظامیہ کے تعلقات ناجائز ہونے چاہئیں، جو اپنی ہی قوم کی زندگی داؤ پر لگائے بیٹھی ہے۔ وہ اغیار کے مفادات کے تحفظ کے لیے غریب افغانیوں ہی کو قتل کر رہی ہے۔

گزشتہ دنوں آزادی ریڈیو نے ایک رپورٹ شایع کی، جس میں قندھار میں روسی ساختہ ہتھیاروں برآمد ہوتے دکھائے گئے تھے۔ افغانستان میں روسی ہتھیاروں کے اتنے بڑے ذخیرے موجود ہیں، جن کو گزشتہ چودہ سال سے مجاہدین بھی استعمال کر رہے ہیں۔ روس نے حال ہی میں کابل انتظامیہ کو دس ہزار کلاشنکوفیں فراہم کی ہیں، تاکہ مسلمانوں کا قتل عام کیا جا سکے۔ آپ دیکھ رہے ہوں گے ہر جگہ مجاہدین افغان فوجیوں سے ہتھیار اور گولہ و بارود ضبط کر رہے ہیں۔ دوسری طرف کئی افغان شہریوں کے گھر میں روسی اسلحہ موجود ہے، وہ جسے امریکی جارحیت کے خلاف استعمال کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہاں 47 ممالک کے وسیع پیمانے پر ہتھیار موجود ہیں، جو افغان عوام نے مال غنیمت میں حاصل کیے ہیں۔ اب مجاہدین کے پاس افغان فوجیوں سے پکڑی گئی لیزر گنوں سمیت سیکڑوں ٹینک، فوجی گاڑیاں اور مختلف قسم کے بڑے ہتھیار موجود ہیں۔

سرگزشت ایک قیدی کی

موسیٰ فرہاد

وہ مجھ سے دوگنی عمر کے سفید ریش بزرگ تھے۔ حالات کے مارے اور مشقت کے ستائے ہوئے حیران و پریشان اس حال میں بیٹھے تھے کہ ڈر اور خوف ان کے چہرے سے جھلک رہے تھے۔ حزن و ملال میں ڈوبے ہوئے یہ 'محمد عالم' تھے۔ انہوں نے اپنی عمر کے بہتر سال غربت و مفلسی، محرومی اور محتاجی کی آغوش میں گزارے تھے۔ تمام پریشانیاں ایک طرف، آج کا یہ ہیبت ناک منظر دوسری طرف! انہیں کچھ اندازہ نہ تھا کہ مَیں کس تاریک مستقبل کے حوالے ہو رہا ہوں۔ ناامیدی کے عالم میں اپنی گود کی طرف سر جھکائے خود کلامی میں مشغول تھے:

'مَیں نے تو آج تک کسی کو کوئی تکلیف پہنچائی ہے اور نہ ہی کسی کے لیے پریشانی کا باعث بنا ہوں۔ کسی کی راہ میں روڑے اٹکائے ہیں اور نہ ہی کوئی جرم کیا ہے۔ آخر مجھے کن بے رحموں نے ان ظالموں کے حوالے کر دیا ہے، جنھوں نے میری سفید داڑھی کی لاج نہ رکھی اور میرے ہاتھ پاؤں توڑ دیے ہیں؟' ان کی آنکھوں سے آنسو گر رہے تھے۔ ان کے منتشر خیالات نے ان کی نفسیات کو کچل کر رکھ دیا تھا۔ وہ اب بے گناہی کا جرم کاٹتے ہوئے جیل میں پڑے موت کا انتظار کر رہے ہیں۔

محمد عالم میرے پنجرے کے سامنے والے پنجرے میں قید تھے۔ جب انک کی طبیعت کچھ نارمل ہوئی تو وہ میری طرف دیکھ رہے تھے۔ قید خانے میں کسی سے بات کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ اگر گارڈ کسی قیدی کو بات کرتے ہوئے دیکھ لیتا تو اُس کی خیر نہیں رہتی تھی۔ اس لیے میری کوشش تھی کہ کسی طرح اشاروں سے بات کروں اور اُنہیں دلاسہ دے سکوں، لیکن وہ خوف کے مارے ایک کونے میں دبک کر بیٹھ گئے۔ مسلسل تفتیش کے بہانے آنے والے فوجی ان سے مختلف سوالات کرتے۔ نام کیا ہے؟ گھر کہاں ہے؟ کیا کام کرتے ہو؟ سچ بولنا، جھوٹ مت بولنا۔ اگرچہ ایسے سوالات محافظین تفتیشی حکام کی ذمہ داری تھی، لیکن وہاں کھڑے فوجی ایسے سوالات کر کے قیدی کو ہر لمحہ پریشان رکھتے تھے۔ وہاں کے گارڈ کا کام تھا کہ کسی بھی نئے لائے جانے والے قیدی الگ پنجرے میں بند کر کے اُسے پانی کی بوتل، ایک پرانا اور بوسیدہ بستر، ایک پلیٹ، ایک پیالہ اور قرآن کریم مہیا کیا جائے۔ قیدیوں کے لیے اِن کے علاوہ تمام چیزیں ممنوع تھیں۔ حتیٰ کہ قیدی کا ذاتی سامان بھی ضبط کر لیا جاتا ہے۔

محمد عالم کو دیگر کئی قیدیوں کی طرح مُلّا یا مجاہد سمجھ کر لایا گیا تھا۔ جب کہ وہ ریش افغان کاری گر تھے، جنھوں امریکی یلغار کی وجہ لاکھوں مہاجرین کی طرح اپنا ملک چھوڑ کر ہجرت کی تھی۔ کچھ دیر بعد ایک سیاہ رنگ کا بدشکل فوجی نمودار ہوا، جس نے محمد عالم کو دیگر سامان کے ساتھ سب سے پہلے قرآن کریم تھمانا چاہا۔ خوف زدہ بوڑھے قیدی نے سر اٹھا کر پوچھا: 'یہ کیا ہے؟' فوجی نے جواباً کہا 'یہ قرآن ہے۔' محمد عالم نے کہا کہ مجھے قرآن نہیں چاہیے۔ مَیں نہ طالب اور ملا نہیں، مَیں ایک بے گناہ غریب ہوں۔ مزدوری کرتا ہوں۔ مجھے کس وجہ سے قید کیا گیا ہے؟ فوجی اِن کی زبان نہیں سمجھتا تھا۔ اُس نے پھر کہا: یہ قرآن ہے، لے لو! سفید ریش قیدی نے دوبارہ اپنا احتجاج دُہرایا۔ اب کی بار وہ آنسوؤں پر ضبط نہ رکھ سکے۔ بے ساختہ بلند آواز روتے ہوئے کہنے لگے: 'تم لوگ قرآن دے کر مجھے 'طالب' ظاہر کرنا چاہتے ہو۔ اللہ کی قسم! مَیں طالب، مجاہد اور مُلّا نہیں ہوں۔ مَیں بے گناہ ہوں۔ قرآن نہیں چاہیے۔ چوں کہ محمد عالم کا پنجرہ میرے پنجرے کے سامنے تھا، اس لیے سیاہ فام فوجی نے مجھے کہا کہ اِنہیں پشتو میں سمجھاؤ! مَیں نے کہا: یہ آپ کی موجودگی میں مجھ سے بھی باتیں نہیں کرتے۔ آپ چلے جائیں، مَیں انہیں سمجھاتا ہوں۔ جب فوجی چلا گیا تو مَیں اور قریب کے دو ساتھیوں نے مل کر اُن سے افغان لہجے میں باتیں شروع کر دیں:

'آغا جی! پریشان نہ ہوں۔ آپ ضرور آزاد ہوں گے۔ زیادہ پریشانی کی بات نہیں ہے۔ آپ کو کچھ نہیں کہا جائے گا۔ ہم بھی آپ ہی جیسے لوگ ہیں۔ یہاں آپ کی طرح بہت سے قیدی ہیں۔ آپ قرآن کریم لے لیں۔ تلاوت کریں۔ تلاوت صرف طالب اور مُلّا ہی نہیں کرتے، بلکہ ہر مسلمان تلاوت کرتا ہے۔ آپ تلاوت کا اہتمام کریں۔ نماز پڑھیں۔ دعاؤں کا اہتمام کریں، تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کو جلد از جلد یہاں سے آزادی دلا دیں۔ قرآن کریم کی تلاوت سے آپ طالب شمار نہ ہوں گے، آپ بے فکر رہیں۔'

بزرگ کہنے لگے: یہ کون سی جگہ ہے؟ مَیں نے کہا 'یہ جیل ہے۔ یہ ان لوگوں کے لیے بنائی گئی ہے، جو مسلمان ہوں یا کفار کے خلاف جہاد کرتے ہوں یا ان سے نفرت کرتے ہوں۔ یہ زیرِ زمین بنائی گئی ایک طویل جیل ہے، جس کی لمبائی بیس میٹر اور چوڑائی ڈیڑھ میٹر ہے۔ اس کی راہداری میں چھوٹے کمروں کے دروازے ہیں، جن کی لمبائی ڈھائی میٹر اور چوڑائی ڈیڑھ میٹر ہے۔ ان میں بیک وقت ایک ہی شخص مشکل سے سما سکتا ہے، لیکن بسا اوقات یہاں تین چار قیدیوں کو بند کر دیا جاتا ہے۔ زندگی کے تمام آسائشوں میں قیدیوں کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ کیوں کہ امریکا اس طرح کے قیدیوں کو بنیادی انسانی حقوق سے محروم رکھتا ہے۔ خوراک کا یہ حال ہے کہ صبح ایک پیالی چائے اور ایک چھوٹی سی روٹی، دوپہر کے کھانے میں اُبلے ہوئے پانی میں تیز سرخ مرچ ہوتی ہے۔ شام کا سالن بدلتا رہتا ہے۔ کبھی سبزی اور کبھی ثرید وغیرہ۔ جب کہ فوج کا رویہ نہایت ظالمانہ اور توہین آمیز ہوتا ہے۔ یہاں ایسے لوگ بھی قید ہیں، جنہیں آٹھ سال کی قید ہے۔ وہ یہاں کے بند کمروں میں گل سڑ رہے ہیں۔ وہ کتنے ہی عرصے سے سورج بھی نہیں دیکھ سکے۔'

ان تفصیلات نے بزرگ قیدی کو مزید حیران و پریشان کر دیا۔ وہ رو پڑے کہ مسلمانوں پر کیا بیت رہی ہے؟! مَیں نے محمد عالم سے پوچھا کہ 'آپ نے قرآن مجید کیوں نہیں پکڑا؟ آپ قرآن مجید لے لیں۔ قرآن پاک ہمارے پاس بھی ہے۔' وہ کہنے لگے: 'کہیں ایسا نہ ہو مجھے مجاہد ہونے کے الزام میں سالہا سال قید رکھیں۔' ان کی اس بات سے مجھے فوراً نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث یاد آ گئی، جس میں فرمایا گیا ہے: عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: "يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ الْقَابِضُ عَلَى دِينِهِ كَالقابض على الجمر"

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے، جس میں اسلام پر جمے رہنا ایسے ہو گا، گویا انگارے کو ہاتھ میں لینا۔ وہ اسے پھینک نہیں سکے گا کہ مؤمن کا دین 'اسلام' ہی ہے اور نہ ہی اسے تھام سکے گا کہ ہاتھ کے جلنے کا اندیشہ ہے۔ (رواہ الترمذی)

مغرب کی اجرتی فوج کا کردار

قاری سعید

سوشل میڈیا پر سرگرم بہت سے لوگ امریکا کی تنخواہ دار اور تربیت یافتہ افغان فورسز، پولیس اور ملیشیا پر فخر کرتے ہیں۔ انہیں اپنے عوام کے حقیقی نمائندے اور محافظ سمجھتے ہیں۔ وہ ان فوجوں کے صرف نسلی و لسانی تعلق سے آگاہ ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ کم از کم یہ فوجی افغانستان سے تو تعلق رکھتے ہیں۔ وہ اسی سرزمین کے وفادار اور محب وطن ہیں۔ انہوں نے یہ نہیں سوچا کہ اگر ایک مسلمان اپنی قوم کا غدار اور اجنبیوں کا اُجرتی قاتل بن جاتا ہے تو پھر یہ فرد ہمارے معاشرے کو غیر ملکی طاغوتی قوتوں سے کہیں زیادہ نقصان پہنچاتا ہے۔ اس وقت دنیا بھر میں مسلم قوم سب سے زیادہ اُن حکمرانوں کے بدترین مظالم کا شکار ہیں، جو نسلی و لسانی لحاظ سے بظاہر مسلمان سمجھے جاتے ہیں۔ البتہ وہ عقیدے، سوچ اور نظریے کے لحاظ سے مغربی طاغوت کے مفادات کی تکمیل کے لیے خدمات انجام دے رہے ہیں۔

مختلف ممالک میں امریکی ڈالر کے دیوانے اجرتی قاتل اپنے عوام اور اپنے مذہب کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں؟ آیئے، مصری حکمرانوں کے سفاکانہ مظالم کی ایک داستان ملاحظہ فرمائیں، تاکہ سمجھا جاسکے، اگر افغانستان میں مغربی ممالک کی تنخواہ دار قاتل فورسز غلبہ پالے تو افغان عوام کا کیا حشر ہو گا؟ کچھ عرصہ قبل ایک ویڈیو دیکھنے کا اتفاق ہوا، جس میں اخوان المسلمین کے رہنما ’حسن انور‘ کی اہلیہ نے روتے ہوئے الم ناک داستان بیان کی ہے۔ حسن انور اخوان المسلمون کے نچلے درجے کے رہنما ہیں، جو مصری فوج کی قید میں ہیں۔ مصری فوج کے تفتیش کار اس سے بدامنی میں ملوث ہونے کا اعتراف چاہتے ہیں، لیکن انور حسن بدامنی میں ملوث نہیں ہیں، اس لیے وہ یہ ناکردہ گناہ اپنے سر نہیں لینا چاہتے۔ مصری فوج نے حسن انور پر شدید تشدد کرنے کے بعد ان کی تصویر لے کر اُن کی اہلیہ کو دکھائی اور پوچھا: ’آپ اس شخص کو جانتی ہیں؟‘ اہلیہ نے جواب دیا: ’جی ہاں! یہ میرے خاوند ہیں۔‘ فوجیوں نے بیوی کو بھی ہتھکڑی ڈال کر جیل پہنچا دیا۔ وہاں اس باپردہ خاتون کا حجاب اور لباس اُتار کر انور حسن سے مطالبہ کیا کہ جلدی اعتراف کرلو، ورنہ آپ کی اہلیہ پر جنسی تشدد کیا جائے گا۔ جب حسن انور نے یہ منظر دیکھا تو کہا کہ میری اہلیہ کو رہا کردیں، جو آپ کہتے ہیں، مَیں وہ اقرار کرلیتا ہوں۔ آپ بتائیں، مَیں کس بات کا اقرار کروں؟ مصری فوج نے انور حسن کی ان باتوں کو انکار سمجھتے ہوئے ان کی آنکھوں کے سامنے ان کی اہلیہ کی عصمت پر ڈاکے ڈالنا شروع کر دیے۔

انور حسن کی مظلوم اہلیہ کا کہنا ہے کہ رات 10 سے 12 بجے تک قیدی شوہر کے سامنے ان پر جنسی تشدد ہوتا رہا۔ بعد ازاں جابر مصری فوجیوں نے اُنہیں بہت بری حالت میں جیل سے باہر پھینک دیا۔ اس عورت کا کہنا ہے کہ ان کا صرف یہی ایک جرم نہیں ہے، بلکہ مصری فوج نے اخوان المسلمون کے بیشتر کارکنوں سے ایسے جھوٹے اعتراف لینے کے لیے یہ گھناؤنا طریقہ استعمال کیا ہے، جس کے نتیجے میں قیدی مجبور ہو کر ناکردہ جرائم کا اقرار کرلیتا ہے۔ مصری فوج ایک استعمار ہے۔ چند دہائیوں پہلے مغربی استعمار کی واپسی پر اس فوج نے اُن کا کردار ادا کیا ہے۔ یہ فوج انور سادات سے قبل روس کے اشاروں پر ناچتی تھی۔ انور سادات نے روسی ریچھ کے دم توڑنے پر اپنا قبلہ امریکی گدھے کو بنالیا تھا۔

اسلام پسندوں کے خلاف مصری فوج کا کردار ’اجرتی قاتل‘ کا ہے، جو تمام اسلامی ممالک میں دہرایا جاتا ہے۔ جو لوگ خود کو مسلمان سمجھتے اور اسلام سے محبت کے دعوے دار ہیں، وہ امریکی تنخواہ دار اجرتی قاتل افغان فوج کو محب وطن سمجھتے ہیں۔ وہ اس طرح کے معاملات پر سوچیں اور فیصلہ کریں کہ وہ کس فوج کو محبِ وطن کہہ رہے ہیں؟!

افغانستان نومبر 2016 میں

احمد فارسی

((نوٹ: اس تحریر میں صرف ان واقعات اور نقصانات پر مشتمل رپورٹ مرتب کی گئی ہے جن کا دشمن نے بھی اعتراف کیا ہے، مزید اعداد و شمار دیکھنے کے لئے امارت اسلامیہ کی آفیشل ویب سائٹ ملاحظہ فرمائیں))

نومبر کے مہینے میں اگرچہ موسم سرما کی سردی کا آغاز ہوا تھا تاہم جہادی کارروائیاں موسم بہار کی طرح زور وشور سے جاری تھیں اور مجاہدین کی فتوحات کی آواز ہر سو گونج رہی تھی اور اپنی کامیابیوں اور فتوحات کا سلسلہ حیرت انگیز طور پر بدستور برقرار رکھا گیا تھا، ماہ نومبر میں بھی غیر ملکی قابضین اور ان کی کٹھ پتلی فورسز کے خلاف مجاہدین کے شدید حملے مسلسل جاری تھے اور انہیں اندازے سے بڑھ کر جانی ومالی نقصان اٹھانا پڑا۔

اس کے علاوہ اسی مہینے میں مزید چند اہم اور بڑے واقعات پر مشتمل رپورٹ مرتب کی گئی ہے جو قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

قابض دشمن کو ہونے والے جانی نقصانات:

قابض دشمن اپنی ناکامی کو چھپانے کے لئے ہلاکتوں کی حقیقی تعداد بتانے سے گریز کرتا ہے، اس نے نومبر میں 4 فوجیوں کی ہلاکت کا اعتراف کیا ہے، 3 نومبر جمعرات کو نیٹو نے قندوز میں اپنے دو فوجیوں کی ہلاکت کی تصدیق کردی، مگر قابل اعتماد ذرائع کے مطابق وہاں پانچ فوجی ہلاک ہوئے، اسی طرح 12 نومبر کو بگرام ایئر بیس پر مجاہدین کے حملے میں متعدد غیر ملکی حملہ آور مارے گئے تاہم دشمن نے 4 اہلکاروں کی ہلاکت کا اعتراف کیا، نومبر میں 27 غیر ملکی فوجی ہلاک ہوئے ہیں لیکن دشمن نے اس پر خاموشی اختیار کر رکھی ہے م دشمن کے اعتراف کے مطابق 2016 میں 15 غیر ملکی فوجی ہلاک ہوچکے ہیں جبکہ یلغار کے آغاز سے آج تک افغانستان میں اس کے اعتراف کے مطابق 3527 غیر ملکی فوجی ہلاک ہوئے ہیں جن میں 2391 امریکی فوجی شامل ہیں۔

کٹھ پتلی دشمن کے جانی نقصان:

باوثوق ذرائع نہ ہونے کے باعث کٹھ پتلی دشمن کی ہلاکتوں کی صحیح تعداد کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا ہے تاہم مندرجہ ذیل چند بڑے واقعات کی مثالوں سے ایک اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

یکم نومبر منگل کو قندھار کے ضلع غورک کی لڑائی میں 22 اہلکار مارے گئے ،اسی روز ارزگان میں بم دھماکے میں تین اعلی فوجی افسران ہلاک اور زخمی ہوئے

18 نومبر جمعہ کے روز صوبہ فراہ کے ضلع بکوامیں اسی ضلع کے پولیس سربراہ کو مجاہدین نے مارڈالا، اسی ضلع پر مجاہدین کے حملے میں قومی سلامتی کے ڈائریکٹر اور فوجی یونٹ کے سربراہ ہلاک ہوگئے تھے، 29 نومبر کو صوبہ بادغیس کے ضلع بالامرغاب میں فورسز کا ایک ہیلی کاپٹر گر کر تباہ ہوا جس میں افغان آرمی کے 207 کور کمانڈر سمیت کئی دیگر سینئر حکام ہلاک ہوگئے۔

دشمن کا مالی نقصان:

افغانستان میں جنگ کے نقصانات اس حد سے کئی گنا زیادہ ہیں جس کا اندازہ امریکیوں نے یلغار کے وقت لگایا تھا، اسی وجہ سے موجودہ دور میں یہ جنگ دنیا کی سب سے بھاری جنگ ہے جس کا اعتراف گزشتہ دنوں برطانوی وزیراعظم نے بھی کیا، جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا اس جنگ پر ماہانہ اربوں ڈالر کی لاگت آتی ہے، ہم یہاں ہیلی کاپٹروں کی تباہی، قافلوں پر حملوں اور بڑے اڈوں پر قبضے کے چند بڑے مالی نقصانات کی مثالیں پیش کریں گے۔

16 نومبر بدھ کو صوبہ لوگر کے ضلع برکی برک میں دشمن کا ایک ہیلی کاپٹر گر کر تباہ ہوا اسی طرح 29 نومبر کو بادغیس کے ضلع بالامرغاب میں بھی دشمن کا ایک ہیلی کاپٹر مجاہدین نے مار گرایا جبکہ 12 نومبر کو بگرام ایئر بیس پر مجاہدین کے حملے میں دشمن کو لاکھوں ڈالر کا نقصان پہنچا۔

عمری کارروائیاں:

اگرچہ ملک کے کچھ حصوں میں سفید برف باری ہوچکی ہے اور سردی سے معمولات زندگی بھی شدید متاثر ہیں تاہم جہادی کارروائیاں مجاہدین کے گرم لہو سے بدستور جاری ہیں اور موسم کی تبدیلی سے جہادی تحریک پر منفی اثر نہیں پڑا، ہم مندرجہ ذیل چند سطور میں آپ کی توجہ عمری کارروائیوں کی طرف مبذول کرائیں گے اور چند بڑے واقعات کی مثالیں آپ کی خدمت میں پیش کریں گے۔

11 نومبر جمعہ کو مزار شریف میں قابض ملک جرمن قونصلیٹ جس سے انٹیلی جنس دفتر بنایا گیا تھا، فوجی منصوبہ بندی یہاں کی جاتی تھی اور شمالی صوبوں کی جنگ بھی یہاں سے کنٹرول کرنے کا نظام قائم کیا گیا تھا، پر مجاہدین کے تابڑتوڑ حملے میں تباہ ہوا، پوری عمارت زمین بوس ہوگئی اور اس میں موجود درجنوں اہلکار ہلاک اور زخمی ہوئے، اس کے ایک دن بعد وطن عزیز میں قابض استعماری قوتوں کے سب سے بڑے اڈے بگرام ایئربیس پر اپنی نوعیت کا پہلا فدائی حملہ کیا گیا، فدائی مجاہد نے اللہ تعالی کے فضل وکرم اور مدد سے اپنے ہدف تک پہنچنے میں کامیابی حاصل کی باوجودیکہ راستے میں جگہ جگہ حفاظتی اقدامات کے تحت ناکے اور پولیس کی چوکیاں قائم ہیں، اس حملے میں ایک کرنل سمیت درجنوں غیر ملکی حملہ آور ہلاک اور زخمی ہوئے، دشمن نے اس حملے میں اپنے چار فوجیوں کی ہلاکت کا اعتراف کیا تاہم باوثوق ذرائع نے بتایا کہ ہلاک ہونے والوں کی تعداد 25 سے بھی زائد ہے، یہ حملہ اتنا شدید تھا کہ دشمن کو ہلا کر رکھ دیا اور مزید حملوں کے خوف سے امریکیوں نے کابل میں اپنا سفارت خانہ بند کردیا اور ملک بھر میں جاری متعدد منصوبوں کو معطل کردیا، اس حملے کے بعد 16 نومبر بدھ کو کابل میں کٹھ پتلی انتظامیہ کی فورسز پر کاربم حملہ کیا گیا جس میں اجرتی سیکورٹی ایجنسی کے تمام فوجی ہلاک ہوگئے۔

مخلوط حکومت میں شدید اختلافات:

کٹھ پتلی انتظامیہ میں اختلافات شدت اختیار کرگئے، 12 نومبر منگل کو دھاندلی زدہ پارلیمنٹ میں نام نہاد وزیر خارجہ صلاح الدین ربانی سمیت 3 وزرا کو نااہل قرار دیا گیا، صلاح الدین ربانی کو نااہل قرار دینے میں اس کی اپنی تنظیم نے اہم کردار ادا کیا کیونکہ اس تنظیم کی اکثریت اراکین پارلیمنٹ کا حصہ ہے، اپنی تنظیم کی جانب سے سربراہ کو نااہل قرار دینا نہ صرف خطرے کا الارم ہے بلکہ پارٹی کے اندر شدید اختلافات کا ثبوت بھی ہے۔

اس کے بعد 13 اور 14 نومبر کو پارلیمنٹ نے مزید تین وزراء کو نااہل قرار دیا تاہم کٹھ پتلی حکومت کے سربراہ نے امریکہ کی جانب سے دیئے گئے قانون کے برخلاف وزراء سے اپنا کام جاری رکھنے کا مطالبہ کیا۔

30 نومبر بدھ کو کابل انتظامیہ کے سربراہ نے صوبہ تلخ میں اپنے روایتی حریف کمانڈر عطاء نور سے ملاقات کی، اس کے بعد انہوں نے اپنے نائب اور گلم جم رہنما جنرل دوستم کے ساتھ بھی ملاقات کی کوشش کی لیکن انہوں نے شدید اختلافات کی بناء پر ملاقات سے انکار کیا۔

قابض اور کٹھ پتلی دشمن کی طرف سے سویلین شہریوں کو ہراساں کرنا:

افغانستان کے مظلوم، بے بس اور غریب عوام پر ملک دشمنوں کی بربریت اور وحشت کا سلسلہ اب بھی بدستور جاری ہے، یکم نومبر کو صوبہ ارزگان کے ضلع چوری میں نہتے شہریوں پر غیر ملکی حملہ آوروں کی بمباری کے نتیجے میں 35 عام شہری شہید ہوگئے، اسی روز میڈیا نے ایک خبر شائع کی کہ صوبہ غور میں داعش نامی تنظیم نے 34 شہریوں کو شہید کردیا۔

3 نومبر جمعرات کو قندوز شہر پر امریکی طیاروں کی وحشیانہ بمباری میں متعدد افراد شہید ہوئے جن میں خواتین اور بچے بھی شامل تھے، عینی شاہدین کے مطابق اس حملے میں درجنوں افراد شہید اور زخمی ہوئے جبکہ 50 سے گھر مکمل طور پر تباہ ہوئے ہیں۔

اس کے ایک دن بعد مزدور فورسز نے صوبہ فاریاب کے ضلع خواجہ سرپوش میں شادی کی ایک تقریب پر آندھا دھند فائرنگ کردی جس کے نتیجے میں متعدد افراد شہید اور زخمی ہوئے اور خوشی کی تقریب ھم میں تبدیل ہوگئی، اسی طرح 18 نومبر جمعہ کو صوبہ بغلان کے پولیس سربراہ کے بیٹے نے ایک غریب شخص کو گولی مار کر شہید کردیا۔

رد عمل اور احتجاج:

ملک بھر میں قابض استعماری قوتوں اور کٹھ پتلی انتظامیہ کے مظالم کے خلاف مظلوم عوام کا سخت رد عمل سامنے آرہا ہے، یکم نومبر کو قندہار شہر میں انجمن تاجران کے دکاندار پولیس کے خلاف سڑکوں پر نکل آئے اور احتجاجی مظاہرہ کیا، مظاہرے

سے مقررین نے اپنے خطاب میں دعوی کیا کہ پولیس اغواء برائے تاوان کی واردات میں ملوث ہیں، پولیس اہلکار دکانداروں کو اغواء کر کے بھاری رقم ادا کرنے کے بعد انہیں رہا کیا جاتا ہے، 6 نومبر کو قندوز شہر میں شہریوں نے احتجاجی مظاہرہ کیا، مظاہرے سے مقررین نے خطاب کرتے ہوئے قابض قوتوں کے ساتھ سیکیورٹی معاہدہ ختم کرنے کا مطالبہ کیا انہوں نے کہا کہ رات کو مظلوم شہریوں کے گھروں پر چھاپے بند اور گرفتار افراد کو رہا کیا جائے، اسی طرح پارلیمنٹ میں بھی ممبران نے بھی قابض حملہ آوروں کے ساتھ سیکورٹی معاہدہ منسوخ کرنے کا مطالبہ کیا واضح رہے کہ ان ہی ممبران نے دو سال پہلے اس معاہدے کی منظوری دی تھی۔

الٰہی فتح:

اللہ تعالی مجاہدین کی مدد کر رہا ہے، بند راستے کھل رہے ہیں مشکلات اور رکاوٹوں کو عبور کر کے مجاہدین اب فتوحات حاصل کر رہے ہیں، گزشتہ مہینوں کے دوران متعدد اضلاع اور بڑے اڈوں کو فتح کرنے کے علاوہ ہزاروں کی تعداد میں ہتھیار اور گولہ بارود مجاہدین کے ہاتھوں لگ گئے ہیں جو آگلے دو سال کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے کافی ہیں، 6 نومبر کو صوبہ ارزگان ضلع گیزاب میں دشمن کے ہیلی کاپٹروں نے اپنے فوجیوں کے لئے لے جانے والے ہتھیار اور گولہ بارود کو نادانستہ طور پر مجاہدین کے زیر کنٹرول علاقوں میں پھینک دیا، اب مجاہدین انہی ہتھیاروں کو دشمن کے خلاف استعمال کر رہے ہیں۔

ناکامی کا اعتراف:

27 نومبر کو کابل انتظامیہ کے چیئرمین کے خصوصی مشیر احمد ضیاء مسعود نے بھی اعتراف کیا کہ مجاہدین واقعی طاقتور ہیں اور اس نے مزید کہا: ریاستی اداروں میں طالبان کے اثرورسوخ نے ہماری فورسز کی کارروائیوں پر منفی اثر کیا ہے اور رکاوٹ ہے، اس سے پہلے بھی دشمن نے یہ اعتراف کیا تھا کہ سیکورٹی فورسز میں مجاہدین نے سرایت کی ہے، اس سے قبل 15 نومبر کو بدنام شمالی اتحاد نے حمایت یافتہ ملک روسی ادارہ ناکام منصوبہ کہا گیا تھا اور اس کو افغانوں کے درمیان تنازعہ اور تفرقہ ڈالنے کا سبب قرار دیا گیا تھا۔

کرپٹ انتظامیہ اور کرپشن:

کابل انتظامیہ کے دفاتر میں بدعنوانی مسلسل بڑھ رہی ہے اور اب وہ لوگ بھی کرپشن میں ملوث پائے جاتے ہیں جو بدعنوان انتظامیہ کے ارکان نہیں ہیں، میڈیا رپورٹوں کے مطابق صوبہ تخار میں کچھ کمپنیوں نے کابل انتظامیہ کے اہلکاروں کو گائے کے گوشت کے بجائے گدھے کا گوشت کھلایا اور طویل مدت تک یہ سلسلہ جاری رہا اور اس سے قبل بھی میڈیا نے کچھ ایسی رپورٹیں شائع کی تھیں کہ ٹھیکیداروں نے جنوبی صوبوں میں پولیس ہیڈکوارٹر میں پولیس کو گدھے کا گوشت کھلایا تھا۔

گزشتہ دو سال سے پارلیمنٹ کے ارکان اعلی حکام پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ وہ اپنی بقا کے لئے داعش نامی تنظیم کو سپورٹ کرتے ہیں، 20 نومبر کو سیاسی رہنما اسحاق گیلانی نے بھی یہ کہا کہ کابل انتظامیہ نے داعش کی حمایت کی وجہ سے دنیا میں اپنا اعتماد کھو دیا ہے۔

کرپشن کی داستان پر عروج پر ہے، گلم جم کے ایک قبائلی رہنما کو اپنی پارٹی کے سربراہ و نائب صدر جنرل دوستم نے اغواء کیا ہے، 26 نومبر کو ایک رپورٹ شائع ہوئی جس کے مطابق جنرل دوستم نے اپنی پارٹی کے رہنما کو اس جرم کی پاداش میں اغوا کر لیا اور ان کے گھر میں قیدی بنایا جو ان کے ساتھ تعاون نہیں کر رہا تھا۔

قومی منصوبوں کی حمایت کا اعلان:

اگرچہ ملک کی تعمیر نو اور ترقی کے حوالے سے امارت اسلامیہ کی پالیسی بہت واضح اور شریعت محمدی کے مطابق ہے تاہم دشمن اور کٹھ پتلی انتظامیہ مجاہدین کو بدنام کرنے کے لئے پروپیگنڈہ کر رہے ہیں کہ مجاہدین ملک کی ترقی اور ترقیاتی منصوبوں کے خلاف ہیں اس لئے مجاہدین نے اس بے بنیاد پروپیگنڈے کے جواب میں عوام کی یاددہانی کے لئے ایک بار پھر 29 نومبر کو ایک اعلامیہ جاری کیا اور ملک بھر میں جاری ترقیاتی منصوبوں کی حمایت کا اعلان کیا، امارت اسلامیہ نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ مجاہدین نہ صرف ان منصوبوں کے نفاذ کی مخالفت نہیں کرتے ہیں بلکہ ان منصوبوں کی سیکورٹی برقرار رکھنے کے لئے اپنی صلاحیت کے مطابق بھرپور کوشش کریں گے۔

جنگی جرائم دسمبر 2016

سید سعید

2 دسمبر کو صوبہ میدان وردگ کے ضلع سید آباد کے علاقے 'اوتڑیو' میں اُجرتی فورسز نے ایک ملکی شہری 'ملنگ آکا' کو گولی مار کر شہید کر دیا گیا۔

7 دسمبر کو صوبہ لوگر کے علاقے خواجہ انگور کے علاقے بنو خیل میں افغان فورسز کے مارٹر گولے کے حملے میں ایک بچہ اور ایک خاتون شہید ہو گئیں۔

9 دسمبر کو صوبہ دائی کنڈی کے ضلع گیزاب کے علاقے نیکوزو اور جلیزو میں اجرتی فورسز نے مجاہدین کے ساتھ جھڑپ کے بعد مقامی لوگوں کو لوٹنے کے بعد گھروں کو آگ لگادی۔ عینی شاہدین کے مطابق فورسز نے پہلے سیدان اور جلیزونامی گاؤں سے 53 گھروں کو لوٹنے کے بعد انہیں جلا دیا۔ اس کے علاوہ نیکوزو کے بازار میں 48 دکانوں کو بھی لوٹ مار کے بعد جلا دیا۔

11 دسمبر کو صوبہ نورستان کے ضلع برگمتال کے علاقے بدین شاہ میں افغان فورسز نے مقامی لوگوں کے گھروں پر چھاپہ مارا۔ گھر گھر تلاشی لینے کے دوران کئی لوگوں کو مارا پیٹا گیا اور پانچ شہریوں کو شہید کر دیا۔ اسی دن نورستان کے ضلع دوآب کے علاقے 'پیار کلی' میں داخلی فوج کے مارٹر گولے کے حملے میں ایک شہری شہید اور تین بچے زخمی ہو گئے۔ جب کہ صوبہ زابل میں اجرتی فورسز نے شاہ جوئی کے علاقے ہوتکزو، ملا اکرم اور اشغی میں چھاپے کے دوران ایک شہری 'بشیر احمد ولد صابر' کو شہید اور دیگر تین شہریوں کو گرفتار کر لیا۔

12 دسمبر کو صوبہ ہرات کے ضلع شین ڈنڈ کے علاقے چہاردرہ میں اربکی ملیشیا کے اہل کاروں نے اپنے کمانڈر عبدل کے قتل کے الزام میں چار شہریوں کو ان کے گھروں سے حراست میں لے کر شہید کر دیا۔ جب کہ پکتیا کے ضلع زرمت کے علاقے ترکو میں مقامی فورسز نے گولی مار کر ایک شخص کو شہید اور دو افراد کو زخمی کر دیا۔

15 دسمبر کو ننگرہار کے ضلع خوگیانو کے علاقے وزیر میں مقامی ملیشیا کے اہل کاروں کی فائرنگ سے تین شہری زخمی ہو گئے۔ جب کہ پکتیا کے ضلع احمد خیل کے علاقے سکندر خیل میں فورسز نے فائرنگ کر کے ٹرک ڈرائیور کو شہید کر دیا۔ اسی دن لوگر کے ضلع محمد آغا کے علاقے کتب خیل میں اربکی ملیشیا کے اہل کاروں نے ایک پرائمری اسکول کو جلا دیا، جس میں ساڑھے پانچ سو طلبا زیر تعلیم تھے۔

20 دسمبر کو صوبہ ہرات کے ضلع شین ڈنڈ کے علاقے بارتخت میں فورسز کی فائرنگ سے ایک خاندان کے چار افراد زخمی اور ایک بچہ شہید ہو گیا۔

22 دسمبر کو فاریاب کے ضلع قیصار کے علاقے شاخ بازار میں مقامی اہل کاروں نے 15 سالہ نوجوان کو گاڑی سے اتار کر شہید کر دیا۔ اس سے اگلے دن صوبہ میدان وردگ کے ضلع جلریز میں قابض فوج نے اجرتی فورسز سے مل کر مقامی لوگوں کے گھروں پر چھاپہ مارا۔ گھروں کے دروازے توڑ دیے۔ لوگوں کو مارا پیٹا گیا اور ایک بزرگ 'حاجی لعل جان' کو شہید کر دیا۔ جب کہ فاریاب کے ضلع شیرین تگاب کے علاقے گورآغلی میں فورسز نے فائرنگ کر کے عبد الحق نامی شخص مسجد سے گھر جا رہا تھا کہ اُسے بلاوجہ فائرنگ کر کے شہید کر دیا۔

24 دسمبر کو صوبہ پکتیا کے ضلع جانی خیل کے مضافات میں مقامی اہل کاروں کی فائرنگ سے ایک شخص شہید ہو گیا۔ اگلے دن صوبہ ننگرہار کے ضلع بٹی کوٹ کے علاقے ڈاگہ میں جارحیت پسندوں نے مقامی فورسز کے ہمراہ مقامی لوگوں کے گھروں پر چھاپے کے دوران دو افراد کو شہید اور 7 کو حراست میں لے لیا۔ جب کہ اسی ضلع کے علاقے دوہم فارم میں فورسز کے راکٹ حملے میں ایک شخص شہید اور چھ دیگر افراد، جن میں خواتین اور بچے شامل تھے، زخمی کر دیے گئے۔ 28 دسمبر کو اسی ضلع بتی کوٹ کے علاقے تورغر میں فورسز نے مقامی آبادی پر اندھا دھند فائرنگ کر دی، جس سے وہاں مقیم خانہ بدوشوں کے 13 افراد زخمی ہو گئے۔ اسی دن صوبہ پکتیکا کے ضلع مٹھاخان کے علاقے مردیان میں مقامی اہل کاروں نے دو شہریوں کو تشدد کا نشانہ بنانے کے بعد شہید کر دیا۔

ذرائع: بی بی سی، آزادی ریڈیو، افغان اسلامک پریس، پژواک، خبریال، لراوبر، نن ڈاٹ ایشیا

صفر المظفر ۱۴۳۸ میں ہونے والی کارروائیوں کا جدول

نمبر شمار	صوبہ	کارروائیوں کی تعداد	فدائی حملے	دشمن کے مالی اور جانی نقصانات					عام شہریوں اور مجاہدین کی جانی نقصانات		
				صلیبیوں کی اموات	صلیبیوں کے زخمی	ایجنٹوں کے مقتولین	ایجنٹوں کے زخمی	فوجی گاڑیوں اور ٹینکوں کی تباہی	مجاہدین کے شہداء	مجاہدین کے زخمی	گاڑیوں کی تباہی
1-	قندہار	49				98	27	29	6	15	
2-	ہلمند	43				87	64	16	5	7	
3-	غزنی	34				54	23	12	4	2	
4-	خوست	18				40	14	11	1	2	
5-	نورستان	21				62	20	7	1	2	
6-	میدان وردگ	6				26	16	5	0	0	
7-	کونڑ	12				13	18	8	0	0	
8-	پکتیکا	17				15	4	6	2	5	
9-	زابل	12				23	9	1	0	0	
10-	لوگر	25				63	51	30	5	12	
11-	کاپیسا	24				22	23	2	0	0	
12-	روزگان	16				26	28	4	1	0	
13-	پکتیا	27				35	43	8	0	0	
14-	فراہ	7				6	7	1	0	0	
15-	کابل	15				32	12	7	0	0	
16-	ننگرہار	36				45	28	13	0	1	
17-	لغمان	37				82	61	12	3	9	
18-	ہرات	22				31	26	11	0	0	
19-	نیمروز	25				53	26	7	0	0	
20-	بادغیس	4				11	6	3	0	0	
21-	قندوز	7	1	23	44	2	2	1	1	0	
22-	بغلان	14				20	19	6	0	2	
23-	فاریاب	21				22	14	7	1	2	
24-	غور	2				1	3	0	0	0	
25-	پروان	3				1	2	0	0	0	
26-	تخار	1				1	0	1	0	0	
27-	سمنگان	1				0	1	0	0	0	
28-	بدخشان	6				15	9	1	1	0	
29-	بامیان										
30-	بلخ	11	1	5	10	18	21	5	2	0	1
31-	جوزجان	1									
32-	دائی کنڈی										
33-	سرپل	6				17	20	2	4	6	
34-	پنج شیر	1				1	6	3	0	0	
مجموعہ		524	2	28	54	922	603	219	37	65	1

SHARIAT

Monthly Islamic Magazine

5th Year February 2017

امارت اسلامیہ عوام کی حقیقی نمائندگی کا حق ادا کرتے ہوئے ان کے حقوق کے تحفظ کے لیے عسکری محاذ کے علاوہ سیاست اور دعوت کے محاذ پر بھی سرگرم وفعال ہے۔